30

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

27 صفر تا 3 ربیع الاوّل 1448ھ / 11 تا 17 اگست 2026ء

معروف و منکر

شریعت ہمارے لیے انھی چیزوں کو بھلائی قرار دیتی ہے جو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق ہیں اور انھی چیزوں کو برائی قرار دیتی ہے جو اس فطرت سے موافقت نہیں رکھتیں۔ وہ بھلائیوں اور برائیوں کی محض ایک فہرست ہی بنا کر ہمارے حوالے کر دینے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ زندگی کی پوری اسکیم ایسے نقشے پر بناتی ہے کہ اس کی بنیادیں معروف (بھلائیوں) پر قائم ہوں اور معروفات اس پر پروان چڑھ سکیں۔ اور منکرات کو اس کی تعمیر میں شامل ہونے سے روکا جائے اور نظامِ زندگی میں ان کے در آنے اور ان کا زہر پھیلنے کے مواقع باقی نہ رہنے دیے جائیں۔ اس غرض کے لیے وہ معروفات کے ساتھ ان اسباب اور ذرائع کو بھی اپنی اسکیم میں شامل کرتی ہے جن سے وہ قائم ہو سکتے اور پروان چڑھ سکتے ہیں اور ان موانع کو ہٹانے کا انتظام بھی تجویز کرتی ہے جو معروفات کے قیام اور نشوونما میں کسی طور پر سدِ راہ ہو سکتے ہیں۔ اس طرح اصل معروفات کے ساتھ ان کے قیام و ترقی کے وسائل بھی معروف شمار ہو جاتے ہیں، اور ان کے موانع منکرات کی فہرست میں شامل کر دیے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ منکرات کے ساتھ بھی ہے۔ اصل منکرات کے ساتھ وہ چیزیں بھی منکر قرار پاتی ہیں جو کسی منکر کے وقوع یا ظہور یا نشوونما کا ذریعہ ہیں۔ معاشرے کے پورے نظام کو شریعت اس طرز پر ڈھالتی ہے کہ ایک ایک معروف اپنی حقیقی صورت میں قائم ہو۔ زندگی کے تمام متعلقہ شعبوں میں اس کا ظہور ہو۔ ہر طرف سے اس کو پروان چڑھنے اور قائم ہونے میں مدد ملے۔ اور ہر وہ رکاوٹ دور کی جائے جو کسی طرح سے اس کی راہ میں حائل ہو سکتی ہو۔ اسی طرح ایک ایک منکر کو چن چن کر زندگی سے نکالا جائے۔ اس کی پیدائش اور نشوونما کے اسباب روکے جائیں۔ جدھر جدھر وہ زندگی میں گھس سکتا ہے، اُس کا راستہ بند کیا جائے۔ اور اگر وہ سر اٹھاتا ہے تو پھر سختی کے ساتھ اسے دبا دیا جائے۔

پروفیسر خورشید احمد
اسلامی نظریۂ حیات

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

اس شمارے میں

اتحادِ اُمتِ مسلمہ اور پاکستان کی سلامتی تاریخ کے دریچوں سے (1)

اُمتِ مسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات

نفاذِ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد کا راستہ

ہمارا تعلیمی نظام: مسائل اور حل

صحابہ کرام ؓ کو عظمتیں کیوں ملیں؟ (1)

جھوٹ، فریب کے بین الاقوامی فنکار

جس نے نیکی کا راستہ اختیار کیا اس نے مضبوط حلقہ تھام لیا

سُوْرَۃُ لُقْمٰن | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت: 22

وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾

آیت ۲۲: ﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ''اور جس شخص نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دیا اور وہ احسان کی روش اختیار کرنے والا بھی ہو''

﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ﴾ ''تو اس نے تھام لیا مضبوط حلقے کو۔''

اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى (مضبوط کنڈا یا حلقہ) سے مراد اللہ کا تعلق اور اس کا سہارا ہے۔ اس مضبوط سہارے کو تھامنے کا ذکر اس سے پہلے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۵۶ میں اس طرح آیا ہے: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ﴾ ''اور جو کوئی انکار کرے طاغوت کا اور ایمان لائے اللہ پر اُس نے تو ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔''

﴿وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾﴾ ''اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔''

درس حدیث

دولت کی افراط کا خطرہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((فَوَاللّٰهِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ)) (صحیح بخاری)

حضرت عمرو بن عوف ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تم پر فقر و ناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا، لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے، جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی، پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو، جیسے کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا (اور اسی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے تھے) اور پھر وہ تم کو برباد کر دے، جیسے کہ اس نے ان اگلوں کو برباد کیا۔''

تشریح: یہ صحیح بخاری کی ایک حدیث کا آخری حصہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے مال و دولت کی زیادتی کے فتنے سے خبردار کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بعض اگلی قوموں اور امتوں کا یہ تجربہ تھا، کہ جب ان کے پاس دنیا کی دولت بہت زیادہ آئی، تو ان میں دنیوی حرص اور دولت کی رغبت و چاہت اور زیادہ بڑھ گئی، اور وہ دنیا ہی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے، اور اصل مقصدِ زندگی کو بھلا دیا، پھر اس کی وجہ سے ان میں باہم حسد و بغض بھی پیدا ہوا، سستی و کاہلی بھی پیدا ہو گئی اور بالآخر ان کی اس دنیا پرستی نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

27 صفر تا 3 ربیع الاوّل 1448ھ جلد 35
11 تا 17 اگست 2026ء شمارہ 30

مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق

مجلس ادارت: ٭ فرید اللہ مروت ٭ محمد رفیق چودھری ٭ وسیم احمد باجوہ ٭ خالد نجیب خان

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سیکرٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سنگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

’’دار الاسلام‘‘ ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک......1,200 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

’’ادارہ‘‘ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اتحادِ اُمّتِ مُسلمہ اور پاکستان کی سلامتی

تاریخ کے دریچوں سے

(حصہ اوّل)

پاکستان کو قائم ہوئے 79 برس ہونے کو ہیں۔ چند روز قبل ملک کی ایک اہم شخصیت کا بیان نظر سے گزرا جس میں اُنہوں نے حکومت کی کارکردگی کو صفر قرار دیتے ہوئے گویا اپنی ہی حکومت کو چارج شیٹ کر دیا۔ اس بیان کے پسِ پردہ کیا حقائق ہیں اور کس نظام کو نافذ کرنے کی منصوبہ بندی ہو رہی ہے، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ لیکن موصوف کے بیان سے یہ بات تو طے ہو گئی کہ ملک میں دودھ اور شہد کی نہریں نہیں بہہ رہیں۔ ایران۔ امریکہ مذاکراتی عمل میں ’کلیدی‘ کردار ادا کر کے ٹرمپ کی شاباش کا سُرور ابھی ختم نہ ہو پایا تھا کہ مشرقِ وسطیٰ میں سب سے بڑے تخریب کار اسرائیل نے اپنی باندی امریکہ کو پھر خوفناک جنگ میں دھکیل دیا ہے۔ حملہ امریکہ اور اسرائیل کرتے ہیں، جواب خطے کے عرب ممالک کو دیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک صیہونی ’’گریٹر اسرائیل‘‘ کے ابلیسی اور دجالی منصوبے سے ہرگز پیچھے نہیں ہٹیں گے اور مسلم ممالک آپس میں لڑ مر کر کمزور ہوتے رہیں گے۔ معاشرت تو ان کی ایک عرصے وژن 2030ء کے نام ہو چکی ہے، اب شدید معاشی تنگی بھی دہلیز پر ہے۔

7 اکتوبر 2023ء کے بعد سے اسرائیل کی غزہ کی وحشیانہ نسل کُشی پر یہ ممالک ایک لفظ نہ بول سکے...... نہ مظلوم کی حمایت میں اور نہ ظالم کے خلاف۔ فلسطین اور دنیا کے دیگر کئی ممالک میں مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں لیکن مسلم دنیا کے عمومی ردعمل نے روزِ روشن کی طرح عیاں کر دیا ہے کہ 57 مسلم ممالک کے حکمران و مقتدر طبقات بالخصوص، اور دنیا میں بسنے والے کم و بیش 2 ارب مسلم عوام بالعموم بانجھ ہوتے جا رہے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اگرچہ بانجھ پن کے اشارے تو غالباً دو صدیاں پہلے ہی ظاہر ہونے لگے تھے، جب برطانیہ نے نوآبادیاتی نظام (کلونیلزم) کے تحت ایک کاروباری کمپنی بھیج کر برصغیر پاک و ہند کو عملی طور پر فتح کر لیا تھا جس میں مقامی لوگوں نے انگریز کی غلامی قبول کر کے شرمناک کردار ادا کیا۔

19 ویں صدی کے وسط سے سلطنتِ عثمانیہ بھی تیزی سے تنزلی کا شکار ہو رہی تھی۔ 1830ء کی دہائی میں سلطنتِ عثمانیہ نے ایک قانون اپنایا کہ آئندہ عائلی معاملات میں اگر چاہیں تو شریعت کے مطابق فیصلہ لے لیں اور چاہیں تو رواج کے مطابق۔ یہ وہی دور تھا جب سلطنتِ عثمانیہ یورپ کے یہودی بینکاروں کے شکنجہ میں بری طرح جکڑی گئی تھی اور اُن پر بے تحاشا قرض بمعہ سود واجب الادا ہو چکا تھا۔ اس سے تقریباً دو ڈھائی صدیاں قبل حالات اتنے مختلف تھے کہ ملکہ برطانیہ جنگ میں جانے سے قبل عثمانی خلیفہ سے درخواست کرتی تھی کہ اس کی غیر موجودگی میں برطانیہ کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت فرما دیں۔ لیکن خلافتِ عثمانیہ پر جدید یورپ کا جادو سر چڑھ کر بولا۔ خلیفۂ وقت کے حرم میں فرانس، یونان، پرتگال، اسپین اور نہ جانے کہاں کہاں سے لونڈیاں موجود رہتیں۔ اس سے آگے بڑھ کر اُنہی ممالک کی خواتین کے ساتھ عثمانی حکمرانوں نے شادیاں بھی کر لیں۔ گویا سانپوں اور بچھوؤں کو گھر میں داخل ہونے کے لیے خود ہی اپنا در وا کر دیا۔ خلافتِ عثمانیہ، جس کی ایک دور میں پوری دنیا پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی، اب ’’یورپ کا مردِ بیمار‘‘ کہلانے لگا۔ اسی دوران یہود نے ایسی چالیں چلیں کہ سارا یورپ ان کا محتاج اور مقروض ہو کر رہ گیا۔ یورپ کے مرکزی بینکوں پر یہود قابض تھے اور یورپ کے بادشاہ اُن سے سودی قرض لے کر جنگیں لڑتے۔ پھر یہ کہ سٹاک مارکیٹوں پر بھی یہود کا قبضہ تھا۔

یورپ میں پہلا پرنٹنگ پریس 1450ء میں ایک سنار جوہانس گٹنبرگ نے ایجاد کیا۔ پھر کیا تھا، یہود اور یہود نواز افراد کے نظریات و افکار، فلسفہ اور نظام ہائے معیشت و سیاست پر روایت سے ہٹ کر جدید نظریات و فلسفہ پر مبنی کتب بڑے پیمانے پر لکھ کر شائع کی گئیں۔ بعض تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ مادہ پرستی، ہیومن ازم، لبرل ازم، سیکولرازم اور ان کے مابین یورپ میں نام نہاد احیائے علوم اور اصلاح معاشرہ کی تحریکوں کی کامیابی میں بڑے پیمانے پر کتب شائع کیے جانے (یعنی پرنٹنگ پریس) نے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ یورپ میں بادشاہ اور پوپ کے گٹھ جوڑ سے صدیوں سے قائم ظالمانہ طرزِ حکومت کو انقلاب فرانس نے نسیا منسیا کر دیا۔ پروٹسٹنٹ عیسائیت کی داغ بیل تو 14ویں صدی میں ہی ڈال دی گئی تھی۔ ایک طرف رومیوں کی حکومت کے مظالم تھے تو دوسری طرف پروٹسٹنٹ عیسائیت (جو خود یہود کی سازش کے تحت معرضِ وجود میں آئی تھی) نے خاص طور پر برطانیہ میں جڑ پکڑ لی۔ یہود نے سودی بینکاری کی اجازت حاصل کر لی اور بڑے سرمایہ داروں، جن میں اکثر یہودی تھے، نے دھڑا دھڑ ”پرومزری نوٹ“ (Promissery Note) چھاپنا اور جاری کرنا شروع کر دیے۔ یوں سودی بینکاری کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو آج تک تیسری دنیا کے ممالک کے گلے کا پھندا بنا ہوا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ امریکی جنگِ آزادی کے اہم جرنیلوں میں سے ایک بڑی تعداد مثلاً جارج واشنگٹن، بنجمن فرینکلن، جیمز اوٹس، جیمز میڈیسن وغیرہ فری میسن تھے۔ فری میسنز اور الومیناٹی جیسے خفیہ گروہوں نے یہود کو سیاسی و معاشی تقویت دینے میں بڑا کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہ 19ویں صدی کے اختتام پر یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ اب خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ قومیت (Nationalism) کی بنیاد پر چھوٹی چھوٹی مسلم ریاستیں قائم کر دی جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنی انتہائی دگرگوں حالت کے باوجود بھی جب تک خلافت کا ادارہ قائم رہا، نہ تو یورپ کو قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی توہین کی جرأت ہو سکی اور نہ یہود کو ارضِ فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت مل سکی، اگرچہ روتھ شیلڈ خاندان نے اس کی بہت کوشش کی۔ 1903ء میں بابائے صہیونیت تھیوڈور ہرتزل نے ”Altneuland“ نام کی ایک کتاب تحریر کی جس میں موصوف نے ”گریٹر اسرائیل“ کے خدوخال پیش کر دیے۔ اس سے قبل 1897ء میں عالمی صہیونی تنظیم کا قیام عمل میں آ چکا تھا اور اس کا پہلا اجلاس اسی سال تھیوڈور ہرتزل ہی کے زیرِ صدارت سوئٹزرلینڈ کے شہر بازل (Basel) میں منعقد کیا گیا تھا۔ اسی اجلاس کی کارروائی پر مبنی دستاویز ”صہیونی پروٹوکولز“ کے نام سے معروف ہوئی۔ اس دستاویز کو ارضِ فلسطین میں دجالی صہیونی ریاست کو قائم کرنے اور دنیا پر یہود کی اجارہ داری کو مسلط کرنے کا روڈ میپ یا بلیو پرنٹ بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہی دستاویز ہے جسے نامور امریکی صنعتکار ہنری فورڈ اور برطانوی سیاستدان کیپٹن آرچیبالڈ رمزے نے جب دنیا میں جاری واقعات کے ساتھ جوڑ کر دیکھا تو انہیں چونکا دینے کی حد تک زمینی حقائق سے مشابہ پایا۔ ہنری فورڈ نے 1921ء میں ایک مشہور انٹرویو میں کہا تھا: ”میں صرف یہی کہوں گا کہ یہ پروٹوکولز جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ حالاتِ حاضرہ سے مطابقت رکھتے ہیں..... یہ آج تک دنیا کے حالات پر پورا اترے ہیں اور اب بھی فٹ بیٹھتے ہیں۔“

3 مارچ 1924ء کو خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ غیروں سے زیادہ اپنوں کی سازشوں نے خلافت کے ادارے کو منہدم کرنے میں کردار ادا کیا۔ طاغوتی قوتوں کے بعض ایسے مسلم 'غلام' بھی شامل تھے جنہیں غداری کے صلے میں بعد ازاں مشرقِ وسطیٰ میں نئی صف بندی کے نتیجے میں بننے والی قومی ریاستیں تحفتاً عطا کر دی گئیں۔ دوسری طرف ترکی (جو اب ترکیہ کہلاتا ہے) میں مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک) کی خدمات کے عوض یورپ کی طاقتوں نے ترکیہ کی حکومت اس کے حوالے کر دی۔ ترکیہ میں سیکولر حکومت کے قیام اور خلافتِ عثمانیہ کے انہدام کے بعد ارضِ فلسطین پر برطانیہ نے قبضہ جما لیا اور 1917ء کے بالفور اعلامیہ کے مطابق یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ کچھ زمینیں تو سیدھے سادے فلسطینی مسلمانوں سے خریدی گئیں مگر ارضِ مقدس کے بیشتر علاقوں میں صہیونی دہشت گرد تنظیموں نے زبردستی فلسطینی مسلمانوں کی املاک اور زمینوں پر قبضہ جما کر انہیں دربدر کر دیا۔ دوسری جنگِ عظیم، جو درحقیقت پہلی جنگِ عظیم کا ہی ایک ضمیمہ تھا، میں ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کو قائم کرنے کی حتمی تیاری کی گئی اور صہیونیوں کے دنیا بھر میں رائج کردہ سرمایہ دارانہ نظام، ٹھیٹھ مغربی جمہوری طرزِ حکومت اور وحی سے مبرا خود ساختہ اخلاقیات (subjective morality) پر مبنی بے حیا تہذیب کی بنیادیں مزید مضبوط کی گئیں۔ مؤخر الذکر نظریات کا نشانہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی اشرافیہ اور عوام دونوں تھے، کیونکہ معاشرتی سطح پر اسلامی اقدار، خاندانی نظام اور تہذیبِ اسلامی بڑی حد تک برقرار تھی۔

دوسری جنگِ عظیم کے خاتمہ کے بعد عالمی سطح پر 4 اہم تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اوّلاً یہ کہ فرنگ کی امامت برطانیہ سے امریکہ منتقل ہو گئی بلکہ کر دی گئی۔ دوسرا یہ کہ امریکہ اور سوویت یونین، جو دونوں بڑی جنگوں میں اتحادی فوج کا حصہ تھے، اُن کی اجتماعی نظامِ معیشت کے حوالے سے سرد جنگ کا آغاز ہوا، جو سوویت یونین کی شکست و ریخت پر 1991ء میں اختتام پذیر ہوئی۔ امریکہ (سرمایہ دارانہ نظام) کو سوویت یونین (اشتراکیت) کے خلاف فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی جس کے نتیجہ میں وہ دنیا کی واحد سپریم طاقت بن گیا۔ اس کے بعد امریکہ اور اُس کے اتحادیوں (بشمول نیٹو) نے اپنی ساری توجہ مسلم ممالک کے خلاف نظریاتی اور عسکری جنگیں مسلط کرنے پر مرکوز کر دی۔ تیسرے یہ کہ 14 مئی 1948ء کو ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل قائم کر دی گئی اور اسی سال نکبہ کے دوران لاکھوں فلسطینیوں کا قتلِ عام کیا گیا اور ان کی صدیوں سے موجود آبادیوں، گھروں اور املاک پر صہیونیوں نے زبردستی قبضہ کر لیا۔ ساتھ ہی دنیا بھر سے یہود کو اسرائیل یعنی مقبوضہ فلسطین میں لا کر آباد کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ عرب ممالک نے 1948ء میں اسرائیل کے خلاف خاصی کامیاب جنگ کی اور وہ فتح کے قریب پہنچ چکے تھے کہ نہ جانے کیوں اچانک عربوں نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا۔ چوتھی سطح پر مسلمان ممالک میں قومی دھارے اور احیائے دین کی تحریکوں کا آغاز ہوا، جس کا تذکرہ آئندہ شمارے میں ہوگا۔ ان شاء اللہ! (جاری ہے)

اُمّتِ مُسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات

(تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام تین ہفتوں پر مشتمل ملک گیر آگاہی مہم کے تناظر میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے 31 جولائی 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

تنظیم اسلامی کے زیرِ اہتمام 31 جولائی سے 21 اگست 2026ء تک ''اُمّتِ مُسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات'' کے عنوان سے پاکستان بھر میں ایک آگاہی مہم کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ مقصد عوام الناس میں یہ آگاہی پیدا کرنا ہے کہ اس اُمت کی آج جو حالتِ زار ہے اس کی اصل وجہ کیا ہے اور اس سے نکلنے کا راستہ اور حل کیا ہے؟ بحیثیت اُمتی ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں، انفرادی اور اجتماعی سطح پر ہمارے کرنے کے کام کیا ہیں؟ یہی آج کا ہمارا موضوع ہے۔ ان شاء اللہ!

اُمّت کا وجود اور مقصد

سب سے پہلے اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس اُمّت کی بنیادی جڑ کیا ہے؟ کس مقصد کے لیے اس اُمّت کو کھڑا کیا گیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ابو الانبیاء ہیں، امام الناس ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جو کہ ذبیح اللہ ہیں دونوں کی دعائیں ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠﴾ (البقرۃ:128) ''اے ہمارے رب! ہمیں اپنا مطیع فرمان بنائے رکھ اور ہم دونوں کی نسل سے ایک اُمت اٹھائیو جو تیری فرماں بردار ہو۔''

مسلم فرمانبردار کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے سر جھکا دے۔ معلوم ہوا کہ اس اُمّت کو پیدا کرنے کی دعا ابو الانبیاء اور ذبیح اللہ دونوں نے کی تھی، اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ دعا بھی کی تھی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ﴾ (البقرۃ:129) ''اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں اٹھائیو ایک رسول خود انہی میں سے جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔''

یہ کتنی بڑی دعا تھی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کو پیدا فرمایا اور اس کی قبولیت میں اڑھائی ہزار سال سے زیادہ لگے ہیں۔ بعض مرتبہ ہماری دعائیں فوری قبول نہیں ہوتیں تو ہمیں مایوس نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ بعض مرتبہ دعاؤں کی قبولیت کی مختلف شکلیں بھی ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ وقت بھی لگتا ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے اس اُمّت کا نام بھی رکھا: ﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۙ﴾ (الحج:78) ''تمہارے جد امجد ابراہیم کی ملت۔ اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔''

مرتب: ابو ابراھیم

آج ہم نے آسان سمجھا رکھا ہے مسلمان ہونا، جمعہ کی دو رکعت نماز پڑھ لیں تو سمجھے مسلمان ہونے کا تقاضا پورا ہو گیا۔ نماز کی رکعتوں میں اللہ کو بڑا ماننے کے بعد دکان پر سود بھی چل رہا ہے، دفتر میں رشوت بھی چل رہی ہے، شادی بیاہ کے موقع پر بے ہنگم ڈانس بھی چل رہا ہے، بے پردگی بھی چل رہی ہے، معاشرے میں جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، گالم گلوچ بھی چل رہے ہیں لیکن پھر بھی ہم مطمئن ہیں کہ پانچ وقت کی نماز ادا کر لی تو مسلمان ہونے کا تقاضا پورا ہو گیا۔ یہ بگڑا ہوا تصورِ اسلام ہے۔ جبکہ حقیقت میں اسلام کیا ہے؟ اللہ فرماتا ہے:

﴿ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ۠﴾ (البقرۃ:208)

''اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔''

اسلام صرف چند عبادات اور رسومات کا نام نہیں ہے بلکہ ہر لمحے اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نام اسلام ہے۔ چاہے شادی بیاہ کا موقع ہو، ماتم ہو، دفتر ہو، دوکان ہو، عدالت ہو، پارلیمنٹ ہو، حکومت ہو، ریاستی ادارے ہوں، ہر جگہ اللہ کے احکامات کا نفاذ، اللہ کی فرمانبرداری، اس کا نام اسلام ہے۔ جیسے خود ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے فرمانبرداری کے تقاضے پورے کر کے دکھائے۔ آج ہم مسلمان کے گھر میں پیدا ہو گئے تو سمجھنے لگ گئے کہ ہماری بخشش ہو گئی۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اللہ نے اس اُمّت میں پیدا کیا ہے تو اس کا کوئی مقصد بھی ہے۔

اُمّت کا مقصدِ بعثت

یہ اُمّت کسی معمولی مقصد کے لیے نہیں پیدا کی گئی کہ معاشی ترقی کر لی، اپنا گھر بنا لیا، بینک بیلنس اور بزنس سیٹ کر لیا۔ بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا دی، اولاد کی شادیاں کروا دیں اور بس مقصد پورا ہو گیا۔ ہرگز نہیں! گھونسلے چڑیا بھی بنا لیتی ہے، جانور بھی بچے پال لیتے ہیں، معاشی اور دنیوی ترقی تو کفار نے بہت کی ہے، یہ کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ اس اُمّت کی فضیلت بہت بڑے مقصد اور ذمہ داری کی وجہ سے تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:110) ''تم وہ بہترین اُمّت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے، تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے۔''

حقیقی معنوں میں دنیا کو لیڈ کرنے کی ذمہ داری اس اُمّت کو سونپی گئی تھی۔ دنیا کی امامت اس اُمّت نے کرنی تھی، دنیا کے لیے رول ماڈل بننا ہے، دنیا سے فتنہ و فساد، برائی اور شر کو ختم کرنے اور عدل، انصاف اور خیر کے نظام کو پوری دنیا میں قائم کرنا اس اُمّت کے ذمے لگایا گیا۔ قرآن پاک میں فرمایا:

﴿كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ﴾ (النساء:135)

''کھڑے ہو جاؤ پوری قوت کے ساتھ عدل کو قائم کرنے کے لیے اللہ کے گواہ بن کر۔'' اسی طرح سورۃ المائدہ میں

فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ (المائدہ:8) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بن جاؤ۔''

اس اُمت کو کھڑا کرنے کا مقصد یہ تھوڑا ہی تھا کہ ٹرمپ ہمارے فیصلے کرے، نتن یاہو اور مرحومہ UNO ہماری قسمت کے فیصلے کرے، G7 اور G13 بیٹھ کر فیصلے کریں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا ہے؟ بلکہ دنیا کی اقوام کے فیصلے کرنے کی ذمہ داری اس اُمت کو سونپی گئی تھی۔ اسی وجہ سے اس کو بہترین اُمت قرار دیا گیا تھا کہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرۃ:143)

''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمت وسط بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔''

اس اُمت کو اللہ کے دین کی گواہی دینے کے لیے کھڑا کیا گیا۔ دین کی گواہی پیش کرنا پہلے کم و بیش سوا لاکھ انبیاء کرام علیہم السلام کے ذمے تھا اور ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری اُمت مسلمہ کے کندھوں پر ہے۔ فرمایا: ﴿هُوَ اجْتَبٰىكُمْ﴾ (الحج:78) ''اس نے تمہیں چُن لیا ہے۔''

دنیا میں اللہ کے نظام کو قائم کرنے کے لیے اس اُمت کو چنا گیا۔ اگر اس کے لیے جدوجہد کریں گے تو اللہ کی مدد بھی آئے گی، دنیا میں عزت اور امامت بھی ملے گی۔ ہم خیر اُمت بھی قرار پائیں گے اور دنیا میں آنے کا ہمارا مقصد بھی پورا ہوگا۔ ان شاء اللہ!

رسول اللہ ﷺ کی اُمت: گلوبل امت

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک گلوبل اُمت ہمیں تیار کر کے دی تھی، رنگ، نسل، زبان، علاقہ، ہر امتیاز اور ہر تفریق سے بالاتر ہو کر صرف کلمہ کی بنیاد پر ہم ایک اُمت تھے، فارس کے سلمان، روم کے صہیب اور حبشہ کے بلال رضی اللہ عنہم ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔ مگر آج ہم نے اُمت کو تقسیم کر دیا، کہیں نسل اور زبان کی بنیاد پر تعصب، کہیں جغرافیائی بنیادوں پر جھگڑے، کہیں مسلک کی بنیاد پر لڑائی اور کہیں مال و دولت کی لالچ میں بھائی بھائی کا دشمن، کہیں وراثت کے جھگڑے عدالتوں تک پہنچ گئے۔ آج تقسیم در تقسیم، ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہم زوال کا شکار ہو گئے۔ اس زوال سے نکلنے کا واحد راستہ اللہ کے رسول ﷺ نے سمجھا دیا کہ ہم دوبارہ ایک گلوبل اُمت بن جائیں۔ اسلام میں وہ طاقت ہے کہ یہ ساری انسانیت کو ایک پیج پر کھڑا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (الحجرات:10)

''یقیناً تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے صرف اس کا درس ہی نہیں دیا بلکہ حقیقت میں بھائی چارہ کا نظام قائم کر کے بھی دکھایا۔ انصار مدینہ کے ایثار کی مثالیں قرآن بیان کرتا ہے: ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (الحشر:9) ''اور وہ تو خود پر ترجیح دیتے ہیں دوسروں کو خواہ ان کے اپنے اوپر تنگی ہو۔''

ایک روایت کے مطابق ایک گھر سے کھانا پڑوسیوں کے لیے بھیجا گیا، سات گھروں (ایک روایت کے مطابق 12 گھروں) سے ہوتا ہوا واپس اُسی گھر میں آ جاتا ہے۔ اخوت کے یہ نظارے بھی اسلامی نظام میں آسمان نے دیکھے ہیں۔ یہ ایک گلوبل اُمت تھی جو رسول اللہ ﷺ ہمیں قائم کر کے عطا کر گئے تھے۔ اسی وجہ سے اُس وقت اُمت کا عروج تھا۔

اُمت کا عروج

یہ اُمت جو کلمہ کی بنیاد پر کھڑی کی گئی اور جسے اللہ کے رسول ﷺ نے ترتیب دیا، جو منتخب اُمت تھی، جب اس نے قرآن کو تھاما، قرآن سے ہدایت و رہنمائی حاصل کی، قرآن کو محض ثواب کی کتاب نہ سمجھا بلکہ اس کو کتاب انقلاب بھی سمجھا، اس کی تعلیمات کا اپنی زندگیوں میں نفاذ بھی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو عروج عطا کیا۔

اس اُمت کا عروج مادی وسائل کی بنیاد پر نہیں تھا، مادی وسائل بھی ہونے چاہئیں، دنیا کے وسائل کا علم اور تحقیق ہونی چاہیے، مگر مسلمان کا بھروسا وسائل پر نہیں ہوتا مسبب الاسباب پر ہوتا ہے۔ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں 313 کا لشکر ایک ہزار پر غالب رہا، حالانکہ مدمقابل کے پاس اسلحہ، گھوڑے اور دیگر وسائل کئی گنا زیادہ تھے مگر مومنین کا لشکر اللہ پر بھروسا کر رہا تھا۔ یہ وہ مومنین تھے جو اللہ کے دین کی خاطر اپنا گھر بار، عزیز رشتہ دار سب کچھ چھوڑ کر آئے تھے۔ اس دن کو اللہ نے یوم الفرقان قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اہل ایمان اگر اللہ کے ساتھ مخلص ہوں تو اللہ کی مدد ان کو حاصل ہوتی ہے، چاہے مدمقابل وسائل کے لحاظ سے کتنا ہی بڑا اور ترقی یافتہ کیوں نہ ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قرآن کو اپنا عملی منشور بنایا تھا، راتوں کو تہجد میں وہ قرآن پڑھتے تھے، اسی قرآن سے ان کے ایمان کی آبیاری ہوتی تھی: قرآن خود کہتا ہے: ﴿وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ (الانفال:2) ''اور جب انہیں اُس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔''

وہ قرآن جو قدر کی رات نازل ہوا، قدر کی رات تقدیروں کو بدل دینے والی رات ہے۔ اس رات تقدیروں کے فیصلے کیے جاتے ہیں اور اس رات نازل ہونے والا یہ قرآن بھی تقدیروں کو بدل دینے والا ہے۔ اس قرآن کو جب جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے زندگی کا عملی دستور بنایا تو وہ عرب کے صحراؤں سے اُٹھ کر پوری دنیا کے حکمران، امام اور فیصلے کرنے والے بن گئے۔ اللہ خود فرماتا ہے:

''اللہ کا وعدہ ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت (غلبہ) عطا کرے گا جیسے اُس نے ان سے پہلے والوں کو خلافت عطا کی تھی۔'' (النور:55)

اس آیت کو آیت استخلاف کہتے ہیں، یعنی خلافت کے عطا کیے جانے کی بشارت۔ اس آیت میں یہ وعدہ ہے کہ جو واقعتاً ایمان لانے والے ہوں گے انہیں اللہ دنیا میں خلافت عطا کرے گا۔ قرآن میں ایک اور جگہ فرمایا: ''اور تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مومن ہوئے۔'' (آل عمران:139) ہماری طرح صرف زبانی دعوے کرنے والے نہیں بلکہ واقعتاً ایمان لانے والے اللہ کی نصرت پاتے ہیں۔ واقعتاً ایمان کا معیار اگر دیکھنا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیار قرار دیتا ہے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (البقرۃ:137) ''پھر (اے مسلمانو!) اگر وہ (یہود و نصاریٰ) بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تب وہ ہدایت پر ہوں گے۔''

اس معیار کا ایمان ہوگا تو اللہ تعالیٰ زمین میں خلافت عطا فرمائے گا۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ آج ہمارے ایمان کی حالت یہ ہے کہ خلافت کا نام لینا ہی چھوڑ دیا۔ بعض دینی طبقات میں سے بھی کچھ حضرات کہہ رہے ہیں کہ خلافت کا نام نہ لو ورنہ اُٹھا کر لے جائیں گے، یہ کر دیں گے وہ کر دیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خلافت کا نام تو اللہ تعالیٰ خود قرآن میں لے رہا ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ (البقرۃ:30) ''اور یاد کرو جب کہا تھا تمہارے رب نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ۔''

حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا گیا تھا، اللہ کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ﴾ (ص:26)

''اے داؤدؑ! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔''

کیا قرآن سے (معاذ اللہ) خلافت کے الفاظ نکال دیں؟ اگر کچھ نام نہاد جہادی تنظیموں نے لفظ خلافت کو بدنام کر دیا ہے تو ان تنظیموں کی مذمت ہونی چاہیے نہ کہ ہم خلافت کو ہی چھوڑ دیں۔ کیا خلافت راشدہ کا دور پوری دنیا کے انسانوں کے لیے ایک رول ماڈل نہیں ہے؟ یہاں تک کہ گاندھی جیسے شخص کو بھی یہ کہنا پڑا کہ: میرے پاس نظام کو چلانے کے لیے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کوئی مثال نہیں جس کو میں تمہارے سامنے پیش کروں۔

قائداعظم کو کہنا پڑا کہ: مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام نے انسانوں کو غلام بنا دیا ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم خلافت راشدہ کے دور کو نمونے کے طور پر سامنے رکھتے ہوئے دنیا کے سامنے عہد حاضر کی اسلامی فلاحی ریاست کا نمونہ پیش کریں۔ آج بھی اسکینڈے نیوین ممالک میں '' عمر لاز'' کے نام سے خلافت راشدہ کے دور کے قوانین نافذ ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عدل کی محض باتیں نہیں کیں بلکہ حقیقی معنوں میں عدل و انصاف قائم کر کے دکھایا۔ دنیا میں جنگوں کی تاریخ پڑھ لیں جب کفار کسی قوم پر جنگ مسلط کرتے تھے تو عورتوں، بچوں کو بھی قتل کر دیتے تھے، فصلوں سمیت ہر چیز کو تہس نہس کر دیتے تھے، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی بھی جنگ میں عورتوں، بچوں اور ہتھیار نہ اٹھانے والوں پر تلوار نہیں تانی، نہ ہی فصلوں اور درختوں کو نقصان پہنچایا، نہ لوگوں کی زمینوں پر قبضے کیے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتوحہ علاقوں میں بھی غیر مسلم عوام نے بھی بغاوت نہ کی بلکہ وہ کہتے تھے جتنے حقوق اسلام نے ہمیں دیے ہیں اتنے تو ہماری حکومتیں بھی نہیں دیتی تھیں۔ جو جزیہ لیا جاتا تھا وہ بھی غیر مسلموں کی جان و مال کی حفاظت کے بدلے لیا جاتا تھا، جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ حفاظت نہیں کر پاتے تھے وہاں جزیہ بھی واپس کر دیتے تھے۔ یہ ہے خلافت راشدہ کا نظام عدل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رومی سفیر نے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو درخت کے نیچے زمین پر سوئے ہوئے دیکھا تو کہا: تم لوگ عدل کرتے ہو اس لیے بے خوف سوتے ہو، ہمارے حکمران ظلم کرتے ہیں لہٰذا وہ محلات سے باہر بھی نہیں نکل سکتے۔ یہی عدل اسلام کا کیچ ورڈ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے کہلوایا گیا:

﴿وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ﴾ (الشوریٰ: 15)

''اور (آپ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔''

اسی عدل کے نظام کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا میں قائم کیا۔

یہ نظام تب قائم ہوا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن سے ہدایت اور رہنمائی لی، قرآن کے نور سے اپنے دماغوں کو روشن کیا، یہی نور جب قرطبہ اور بغداد کی یونیورسٹیوں سے یورپ میں پہنچا تو یورپ کو ڈارک ایجز سے نکالا۔ بوعلی سینا، جابر بن حیان، الخوارزمی اور الرازی جیسے مسلم سائنسدانوں کی کتابیں پڑھ کر یورپ نے سائنس میں ترقی کی۔ مغرب اگر خلافت راشدہ کے دور کے قوانین اور مسلمانوں کے عروج کے دور کے علوم و فنون کو فالو کرے تو دنیا ان کی تعریف کرے اور اگر ہم خلافت کا نام لیں تو وہ جرم بن جائے؟ یہ دنیا کا دہرا معیار ہے۔

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو اللہ تعالیٰ معیار قرار دیتا ہے اور ان کی خلافت کے نظام کو آج بھی دنیا معیار مانتی ہے۔ اس طرح کا ایمان اگر ہم اپنے اندر پیدا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی خلافت اور عروج عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ!

اُمت کا زوال

اس وقت دنیا میں کم و بیش دو ارب کلمہ پڑھنے والے مسلمان ہیں، 57 مسلم ممالک ہیں، دنیا جہاں کے وسائل ہمارے پاس ہیں، عربوں کے پاس تیل کی دولت ہے، ہمارے پاس ایٹمی طاقت، بہترین فوج، بہترین میزائل ٹیکنالوجی ہے، ایران اور ترکی کے پاس بھی بہترین میزائل اور ڈرون ٹیکنالوجی ہے، ملائیشیا کے پاس معاشی ترقی ہے، دنیا کے ذہین اور باصلاحیت افراد ہمارے پاس ہیں مگر پچھلے سو برس سے سب سے زیادہ لہو مسلمانوں کا بہایا جا رہا ہے۔ فلسطین، کشمیر، برما، بھارت اور کئی علاقوں میں مسلمانوں کی نسل کشی کی جا رہی ہے۔ عراق، شام، لبنان، لیبیا، ایران اور افغانستان میں امریکہ نے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور یہ لہو آج بھی لبنان، ایران، فلسطین، یمن اور عراق میں مسلمانوں میں بہہ رہا ہے۔ حالانکہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، پھر ایسا ہمارے ساتھ کیوں ہو رہا ہے؟

پہلی وجہ: محدود تصورِ دین

ہم نے دین کو محض چند عبادات اور رسومات تک محدود کر لیا۔ اب بھی ہمارے ہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ ہونا چاہیے۔ گویا ہم نے دین کو انگریزی والا religion سمجھ لیا ہے کہ جس کا ریاستی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام میں کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ حالانکہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ نہ صرف انفرادی زندگی کے تمام امور میں رہنمائی دیتا ہے بلکہ اجتماعی زندگی کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظام میں بھی اپنے نفاذ کا تقاضا کرتا ہے۔ ''اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔'' (البقرۃ:208)

یہ پورے کا پورا دین اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قائم کر کے دکھایا۔ آج ہمارے ہمارے سینیٹ میں بیٹھے ہوئے لوگ کہتے ہیں کہ اسلامی بینکوں میں کام کرنے والی خواتین ملازمین کو عبایا نہیں پہننی چاہیے۔ ان کو عبایا سے کیا مسئلہ ہے، معاشرے میں بے شرمی، بے حیائی، فحاشی، سود، رشوت، کرپشن سمیت ہر برائی اپنے عروج پر ہے اس کے خلاف یہ لوگ کیوں نہیں بولتے؟ ہمارے تعلیمی ادارے برائی کے گڑھ بن چکے ہیں، FBR کی اپنی رپورٹ کے مطابق اس ادارے میں 7 سو ارب روپے کی کرپشن ہوئی ہے، ایسے بڑے اور اجتماعی سطح کے جرائم پر بھی یہ لوگ خاموش رہتے ہیں لیکن کوئی مسلم خاتون اگر پردہ یا حجاب کرلے تو ان کو مسئلہ ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی طرزِ عمل پر اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

''تو کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟ تو نہیں ہے کوئی سزا اس کی جو یہ حرکت کرے تم میں سے سوائے ذلت و رسوائی کے دنیا کی زندگی میں۔ اور قیامت کے روز وہ لوٹا دیے جائیں گے شدید ترین عذاب کی طرف۔'' (البقرۃ:85)

آج ہم نے دین کے تصور کو چند عبادات و رسومات تک محدود کرلیا اور اجتماعی سطح پر اس کے نفاذ کو فراموش کر دیا، اسی وجہ سے آج ہماری ذلت ہے

دوسری وجہ: مرکزیت کا خاتمہ

1924ء میں خلافت کے انہدام کے ساتھ ہی مسلمانوں کی رہی سہی مرکزیت بھی ختم ہوگئی۔ اس سے پہلے خلیفہ کی جانب سے اگر کوئی آرڈر یا فتویٰ جاری ہوتا تو وہ پوری اُمت پر نافذ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ برطانیہ میں ایک ایسے سٹیج شو کو ترتیب دیا گیا جس میں معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی شان میں گستاخیوں کا مذموم منصوبہ بنایا گیا تھا، یہ خبر جب عثمانی خلیفہ تک پہنچی تو اس نے برطانوی سفیر کو بلا کر تنبیہ کی کہ اگر یہ سٹیج شو روکا نہ گیا تو پھر برطانیہ کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا جائے گا۔ حالانکہ شو کی ٹکٹس

فروخت ہو چکی تھیں، اس کے باوجود برطانوی حکومت کو وہ سیج شورو کنا پڑا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اگر خلیفہ نے جہاد کا اعلان کر دیا تو پوری دنیا کے مسلمان برطانیہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ حالانکہ اس وقت خلافت آخری سانسیں لے رہی تھی لیکن اس کے باوجود اپنی مرکزیت کی وجہ سے اتنی طاقت کہ برطانیہ جیسی عالمی طاقت بھی اس سے خوف کھاتی تھی۔ آج ہزاروں فتوے مسلم دنیا میں گردش کر رہے ہیں مگر ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ مرکزیت نہیں ہے۔ 57 مسلم ممالک ہیں مگر سب امریکہ اور یورپ کے غلام ہیں، عالمی طاقتیں مسلم ممالک کو ہی آپس میں لڑوا کر ان کی رہی سہی طاقت بھی ختم کر رہی ہیں۔ مشرق وسطیٰ جنگ کا میدان بن چکا ہے۔ آج ہماری کوئی طاقت اور حیثیت نہیں ہے کیونکہ ہماری مرکزیت کھو چکی ہے۔ اس کو دوبارہ قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

تیسری وجہ: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اقوام عالم تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانے پر دعوت دی جاتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے۔ فرمایا: نہیں، تم تعداد میں ریت کے ذروں کی مانند ہو گے، مگر تمہاری حیثیت سمندر پر جھاگ کی مانند ہوگی، اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے۔ پوچھا، اس کی وجہ کیا ہوگی۔ فرمایا: ((حب دنیا و کراہیۃ الموت)) دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔ آج دنیا میں دو ارب مسلمان اور 57 مسلم ممالک ہیں مگر ان کی حیثیت دشمنوں کے سامنے سمندر کے جھاگ کی مانند ہے۔ دنیا پر ان کا کوئی رعب نہیں۔ دشمن جب چاہتا ہے مسلمانوں کا خون بہاتا ہے۔ 57 مسلم ممالک کچھ نہیں کر پاتے۔ کیونکہ ان کو دنیا پیاری ہے، اپنا اقتدار، اپنا مال و زر، یورپ اور امریکہ کے بینکوں میں رکھی ہوئی دولت اور عیاشیاں پیاری ہیں اور موت سے ان کو خوف ہے۔

چوتھی وجہ: اعمال میں بگاڑ

قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ (الروم: 41) ’’بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے لوگوں کے اعمال کے سبب۔‘‘ آج انفرادی اور اجتماعی سطح پر ہمارے کرتوت وہ ہیں کہ جنہیں دیکھ کر یہود بھی شرمائیں۔ قرآن کو ہم نے چھوڑ دیا، مساجد بے آباد ہیں، جھوٹ، وعدہ خلافی، رشوت، کرپشن اپنے عروج پر ہے۔ بیٹیوں کو وراثت میں شرعی حصہ نہ دینا ہم نے جائز سمجھ لیا، دین سے سرکشی اور بغاوت کو ہم نے ماڈرن ازم سمجھ لیا، ہمارے انہی کرتوتوں کی وجہ سے آج ہم پر طرح طرح کے عذاب مسلط ہیں۔ قرآن میں اللہ بتاتا ہے: ’’اور تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ درحقیقت تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی (اعمال) کے سبب آتی ہے اور (تمہاری خطاؤں میں سے) اکثر کو تو وہ معاف بھی کرتا رہتا ہے۔‘‘ (الشوریٰ: 30)

کرنے کا کام: راہِ نجات

راہِ نجات کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس راستے پر چل کر اور جو ذرائع اختیار کر کے دنیا میں خلافت، امامت اور عروج حاصل کیا، اسی طرح موجودہ دور میں بھی مسلمان دوبارہ عروج حاصل کر سکتے ہیں۔

پہلا ذریعہ:

قرآن کو صرف کتاب ثواب نہ سمجھیں بلکہ کتاب انقلاب بھی سمجھیں اور اس تناظر میں بھی اس سے رہنمائی حاصل کریں۔ قرآن تقدیروں کو بدل دینے والا ہے۔ اسی قرآن سے ایمان کی آبیاری ہوگی اور ایمان ہی وہ طاقت ہے جو مسلمان کو کفر اور باطل کے خلاف کھڑا کرتا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہمارا ایمان اگر ہمیں نماز کے لیے مصلے پر کھڑا نہیں کر سکتا تو وہ باطل نظام کے خلاف کیسے کھڑا کرے گا؟ لہٰذا انقلاب کے لیے پہلا کام ہمیں جو کرنا ہے وہ ہے قرآن کے ذریعے ایمان کی آبیاری۔ کفار کو وسائل پر بھروسا ہوتا ہے جبکہ مسلمان کی اصل طاقت ایمان اور اللہ پر بھروسا ہے۔

اپنی ملت پہ قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

دنیوی مال و دولت اور وسائل تو فرعون، نمرود، ہامان اور شداد کے پاس بھی بہت تھے۔ مگر زندگی کے امتحان میں وہ ناکام و نامراد ٹھہرے۔ مسلمان کی دنیا و آخرت میں کامیابی کا پہلا ذریعہ ایمان ہے اور ایمان کا ذریعہ قرآن ہے، قرآن سے جڑ جاؤ تو ایمان حاصل ہوگا اور ایمان سے دنیا و آخرت میں کامیابی ملے گی۔

دوسرا ذریعہ: اجتماعی توبہ و اصلاح

انفرادی اصلاح یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو، گناہ اور حرام سے بچو، اپنے باطن کو پاکیزہ کرو، سچی توبہ کر کے اللہ سے اپنا تعلق مضبوط بناؤ۔ پھر اجتماعی سطح پر اصلاح یہ ہے کہ ہم دین کے جامع تصور اپنائیں، اجتماعی دینی ذمہ داریوں کو پورا کریں، دینی اجتماعیت اختیار کریں اور اللہ کے دین کو بطور نظام قائم کرنے کی جدوجہد میں حصہ لیں۔ یہ ہمارے اجتماعی گناہوں کا کفارہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیں حاصل ہوگی۔

تیسرا ذریعہ: تفرقہ کو چھوڑ دیں

قرآن اُمت کو جوڑنے والا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 103) ’’اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو مل جل کر اور تفرقے میں نہ پڑو۔‘‘ قرآن کو مضبوطی سے تھامیں گے، اس سے رہنمائی اور ہدایت حاصل کریں گے تو تفرقہ اپنے آپ ختم ہو جائے گا۔ تفرقہ تب پڑا جب ہم نے قرآن کو چھوڑ کر اپنے اپنے مکتب بنا لیے جیسے دیوبندی، اہلحدیث، بریلوی، شیعہ وغیرہ۔ اسی تفرقہ کی وجہ سے اُمت تقسیم ہو کر کمزور ہو گئی اور آج دشمن ہم سب کو قتل کر رہے ہیں۔ دوبارہ متحد ہونا ہے تو اپنے فکر کو وسیع کرو، قرآن کو مرکز ہدایت بناؤ تو قرآن تمہیں وہ عظیم مشن سونپے گا جو نبی اکرم ﷺ کا مشن تھا، اس کے سامنے تمہارے چھوٹے چھوٹے اختلافات خود بخود ماند پڑ جائیں گے۔

چوتھا ذریعہ: اقامت دین کی جدوجہد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف اسلام کو قبول ہی نہیں کیا بلکہ اسلام کو قائم اور نافذ کر کے بھی دکھایا۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (سورہ محمد) ’’اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔‘‘

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کے دین کی مدد یعنی اقامت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں تو اللہ کی مدد آئی اور 313 ہو کر بھی ایک ہزار پر غالب رہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

آج بھی اگر اُمت رسول اللہ ﷺ کے مشن کو اپنائے گی، اللہ کے دین کے قیام کے لیے جدوجہد کرے گی تو اللہ کی نصرت ان کو حاصل ہوگی اور انہیں دوبارہ عروج حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ! یہی وہ پیغام ہے جو تنظیم اسلامی کی اس مہم کے ذریعے ہم عوام الناس اور خواص تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نفاذِ اسلام کے لیے مسلح جدوجہد کا راستہ

مولانا ابوعمار زاہد الراشدی

مولانا ابو عمار زاہد الراشدی صاحب کا یہ مضمون ماہ نامہ ''الشریعہ'' میں یکم نومبر 2013ء کو شائع ہوا تھا۔ چونکہ ان کا یہ مضمون تنظیم اسلامی کی سوچ فکر کے عین مطابق ہے، لہٰذا قارئین ندائے خلافت کے مطالعہ واستفادہ کے لیے شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

گزشتہ دنوں بعض عسکریت پسند گروہوں کی طرف سے اس مضمون کے بیانات اخبارات میں شائع ہوئے کہ حکومت پاکستان طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لیے آئین کی بات کرتی ہے جبکہ ہم شریعت کی بات کرتے ہیں۔ اس سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ بہت سے عسکریت پسند گروپوں کے نزدیک دستور پاکستان اور شریعت اسلامیہ ایک دوسرے کے مدِ مقابل اور حریف ہیں جبکہ یہ خیال درست نہیں ہے اور اس مغالطہ کو فوری طور پر دور کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

دستور پاکستان کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ شریعت اسلامیہ سے متصادم ہے، دستور پاکستان سے ناواقفیت کی علامت ہے۔ اس لیے کہ دستور پاکستان کی بنیاد عوام کی حاکمیت اعلیٰ کے مغربی جمہوری تصور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے اسلامی تصور پر ہے جس پر دستور کی بہت سی دفعات شاہد و ناطق ہیں۔ دستور پر عمل نہ ہونا یا اس بارے میں رولنگ کلاس کی دوغلی پالیسی ضرور ایک اہم مسئلہ ہے لیکن اس سے دستور کی اسلامی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا اصول ہے کہ کوئی شخص کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے اور دینی مسلمات میں سے کسی بات سے انکار نہ کرے تو اس کی بے عملی یا بدعملی کی وجہ سے اُسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا اور وہ فاسق و فاجر کہلانے کے باوجود مسلمان ہی شمار ہوگا۔ اس لیے رولنگ کلاس کی بے عملی یا دوغلے پن کی وجہ سے دستور کو غیر اسلامی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس سلسلہ میں دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ دستور اس وقت پاکستان کی وحدت کی اساس ہے، خدانخواستہ اس دستور کی نفی کر دی جائے تو ملک کو متحد رکھنے کی اور کوئی بنیاد باقی نہیں رہے گی اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وحدت و سالمیت کو خدانخواستہ داؤ پر لگانے کا کسی مسلمان کو رسک نہیں لینا چاہیے۔

جبکہ تیسری گزارش ہم یہ کرنا چاہیں گے کہ اس دستور کی تشکیل و تدوین میں ملک کی تمام دینی وسیاسی قوتیں شریک رہی ہیں اور اب بھی وہ اس پر متحد و متفق ہیں۔ یہ دستور جب 1973ء کے دوران ترتیب دیا جارہا تھا اس وقت اسے مرتب و مدون کرنے میں دوسرے بہت سے قومی راہ نماؤں کے ساتھ دستور ساز اسمبلی کے ارکان کے طور پر حضرت مولانا عبد الحقؒ آف اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا نعمت اللہؒ آف کوہاٹ، حضرت مولانا صدر الشہیدؒ آف بنوں، حضرت مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ اور حضرت مولانا عبدالحقؒ آف کوئٹہ بھی شامل تھے اور ان سب بزرگوں کے اس پر دستخط ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اس وقت عسکریت پسندوں کی بہت بڑی اکثریت ان میں سے کسی نہ کسی بزرگ کی بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہے، اس لیے انہیں اپنے ان عظیم المرتبت اساتذہ کے موقف سے انحراف اور ان کی کاوشوں کی نفی کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے اور البرکۃ مع اکابرکم کا خیال رکھتے ہوئے دستور پاکستان کی پاسداری کا واضح اعلان کرنا چاہیے۔

ایک مسلمان ریاست میں حکومت کے خلاف ہتھیار اٹھانا جسے فقہی اصطلاح میں ''خروج'' کہتے ہیں، حکمرانوں کی طرف سے ''کفر بواح'' یعنی کھلے کفر کے اعلان کے سوا شرعاً جائز نہیں ہے اور جب تک ہمارا کوئی حکمران گروہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نظریاتی تشخص اور دستور کی اسلامی بنیادوں سے خدانخواستہ صراحتاً انکار نہیں کرتا، اس پر ''کفر بواح'' کا فتویٰ لگا دینا درست نہیں ہے بلکہ اگر ''خروج'' کے جواز کا کسی درجہ میں ماحول دکھائی دیتا ہو تو بھی اس کے قابل عمل ہونے کو فقہائے احناف نے جواز کی شرائط میں شامل کیا ہے، کیونکہ قابل عمل ہونے کے غالب امکان کے بغیر حنفی فقہاء کسی مسلم حکومت کے خلاف خروج کو بعض دوسری شرائط کے پائے جانے کے باوجود شرعاً درست قرار نہیں دیتے۔ جبکہ پاکستان کے معروضی حالات میں اس کا کسی درجہ میں کوئی امکان نہیں ہے کہ کوئی مسلح گروہ ملک کے کسی حصے پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر سکے اور اس میں اپنی مرضی کا نظام نافذ کر لے۔ اس لیے ہم نے نفاذِ شریعت کے خواہش مند اور اس کے لیے جدوجہد کرنے والے مسلح عناصر سے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ وہ مسلح جدوجہد کا راستہ ترک کر کے پُرامن جدوجہد کا طریق کار اختیار کریں اور اس کے لیے جمہور علماء اُمت کو اعتماد میں لیں۔

ہمارے نزدیک نفاذِ اسلام کی جدوجہد کا اصل راستہ وہی ہے جو ہمارے بزرگوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی مالٹا کی قید سے واپسی پر ان کی راہ نمائی میں اختیار کیا تھا اور آزادی کی جدوجہد کے لیے پُرامن عوامی سیاسی تحریک کے ذریعہ برطانوی استعمار کے خلاف عدم تشدد پر مبنی مزاحمت کی صبر آزما محنت کر کے اسے یہاں سے رخصت ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ تحریک خلافت، جمعیت علماء ہند، مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کی تحریکات اس کی زندۂ جاوید تاریخی شہادتیں ہیں اور ہمارے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لیے ہم نہ مسلح جدوجہد کے طریق کار کی حمایت کرتے ہیں اور نہ ہی صرف الیکشن پر قناعت کرنے کو نفاذِ اسلام کی جدوجہد کا درست طریق کار سمجھتے ہیں۔ نفاذِ اسلام کے لیے بین الاقوامی اور ملکی اسٹیبلشمنٹ کے منافقانہ کردار اور دوغلے رویے کے خلاف شدید عوامی مزاحمت درکار ہے کیونکہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے، البتہ یہ مزاحمت اسلحہ اور ہتھیار کی بجائے اسٹریٹ پاور، سول سوسائٹی، پُرامن عوامی تحریک اور منظم احتجاجی قوت کے ذریعہ ہونی چاہیے۔

قبائلی علاقہ جات کی کالعدم تحریک طالبان سمیت بہت سے دیگر دینی حلقوں کو یہ شکوہ ہے کہ ملک کے جمہور علماء ان کی دینی جدوجہد میں ان کا ساتھ نہیں دے رہے،

جبکہ ہمارا تجربہ اس سے مختلف ہے۔ راقم الحروف کو بھی تحریکی دنیا کا کارکن سمجھا جاتا ہے، درجنوں تحریکوں میں مختلف سطحوں پر متحرک کردار ادا کرنے کی سعادت بحمد اللہ تعالیٰ حاصل کر چکا ہوں اور اسے اپنے لیے باعث نجات سمجھتا ہوں۔ ہمارا تجربہ یہ ہے کہ دینی جدوجہد کے جس مرحلہ میں بھی جمہور علماء کرام اور ان کی علمی و فکری قیادتوں کو اعتماد میں لے کر ان کی مشاورت سے کسی تحریک کا پروگرام طے کیا گیا ہے، جمہور علماء بلکہ عوام نے بھی کبھی مایوس نہیں کیا۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ ؐ اور شریعت بل کی تحریکات اس پر شاہد ہیں، البتہ ملک کے کسی بھی دینی طبقہ اور جماعت نے کسی بھی دینی جدوجہد کا پروگرام اگر از خود طے کیا ہے، اس کے اہداف، ترجیحات اور طریق کار کے تعین میں جمہور علماء کی قیادتوں کو اعتماد میں لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور سب کچھ از خود طے کر کے جمہور علماء کو اپنے پیچھے چلنے کی دعوت دی ہے تو اسے بہر حال مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور یہ ایک فطری بات ہے، اس لیے کہ اگر جمہور علماء دینی جدوجہد کے عنوان سے ہر آواز کی طرف لپکنا شروع کر دیں تو ملک کے عمومی دینی ماحول کی رہی سہی اجتماعیت بھی داؤ پر لگ جائے گی جو کسی طور بھی دین اور ملک و قوم کے مفاد میں نہیں ہے۔

ہمیں دین کے لیے کسی بھی حوالہ سے جدوجہد کرنے والوں کے خلوص، قربانیوں اور سعی و محنت سے انکار نہیں ہے، لیکن ملک کے عمومی دینی ماحول کا تعاون حاصل کرنے کے لیے جمہور علماء کرام بلکہ مختلف مکاتب فکر کی دینی، علمی اور فکری قیادتوں کو جدوجہد کے مقاصد، ترجیحات اور طریق کار کے بارے میں اگر اعتماد میں نہیں لیا جائے گا تو ان سے عدم تعاون کا شکوہ کرنے کا بھی کوئی جواز نہیں ہوگا۔ (بشکریہ: ماہنامہ الشریعہ نومبر 2013ء)

پریس ریلیز 7 دسمبر 2026ء

اُمّتِ مُسلمہ کی ذلت و رسوائی کی بنیادی وجہ قرآن سے دوری ہے۔ مسلم ممالک آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں اور عالمی طاقتوں پر انحصار کو چھوڑ دیں۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ محض جذباتی نعروں سے نہیں بلکہ عملی طور پر قرآن اور صاحب قرآن ﷺ سے جُڑ جانے سے ہوگی۔

شجاع الدین شیخ

اُمّتِ مُسلمہ کی ذلت و رسوائی کی بنیادی وجہ قرآن سے دوری ہے۔ مسلم ممالک آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کریں اور عالمی طاقتوں پر انحصار کو چھوڑ دیں۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ محض جذباتی نعروں سے نہیں بلکہ عملی طور پر قرآن اور صاحب قرآن ﷺ سے جُڑ جانے سے ہوگی۔ ان خیالات کا اظہار تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ جب تک مسلمان قرآن اور اُسوۂ رسول ﷺ سے جُڑے رہے اُس وقت تک دنیا کی قیادت اور امامت اُن کے ہاتھوں میں رہی۔ بدقسمتی سے قرآن و سنت کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کے باعث ہم اجتماعی سطح پر کمزور سے کمزور ہوتے چلے گئے اور بالآخر 3 مارچ 1924ء کا وہ سیاہ دن بھی آیا جب خلافت عثمانیہ کا خاتمہ ہوگیا اور عالم اسلام چھوٹی چھوٹی قومی ریاستوں میں بٹ گیا۔ آج حال یہ ہے کہ 57 مسلم ممالک اور کم و بیش 2 ارب مسلمان کرۂ ارض پر موجود ہیں لیکن فلسطین، کشمیر، میانمار اور دیگر علاقوں میں مظلوم اور مجبور مسلمانوں کی مدد کرنے کی نہ ہمت رکھتے ہیں نہ جرأت۔

دنیا کی محبت اور موت کے خوف نے مسلم ممالک کی قیادتوں کو اس بری طرح جکڑ رکھا ہے کہ امریکہ کے ہر حکم کے آگے سرنگوں ہیں۔ پھر یہ کہ بعض عاقبت نااندیش مسلم ممالک نے مسلمانوں کے بدترین دشمن یہود سے تعلقات استوار کر رکھے ہیں جو عالم اسلام کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک اُمّتِ مُسلمہ آپس میں اتفاق و اتحاد پیدا کر کے ایک اجتماعیت کی شکل اختیار نہیں کرتی اور قرآن کو پھر سے اپنا امام نہیں بناتی، اُس وقت تک ذلت و رسوائی سے نجات ممکن نہیں۔ پاکستان سمیت عالم اسلام کے ہر خاص و عام کی اس اہم حقیقت کی طرف توجہ دلانے کے لیے تنظیم اسلامی 31 جولائی 2026ء سے 21 اگست 2026ء کے دوران ”اُمّتِ مُسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات“ کے عنوان سے ایک ملک گیر آگاہی مہم کا انعقاد کر رہی ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ صرف اُس وقت ممکن ہوگی جب ہم غیروں پر انحصار ختم کر کے اللہ اور رسول ﷺ کی تعلیمات پر انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر عمل کریں گے۔ اسی میں ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی مضمر ہے۔ ان شاء اللہ!

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ہفت روزہ ”ندائے خلافت“

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب،
ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیّن، تعلیمی اداروں،
لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر و فرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست،
احباب اور اعزہ و اقربا تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا۔ ان شاء اللہ!

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافت راشدہ کا نظام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ — امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

ملک گیر آگاہی مہم
امت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات

اتحادِ اُمّت
نجاتِ اُمّت

www.tanzeem.org تنظیم اسلامی

اسلامی نظام تعلیم میں اللہ کی معرفت، اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور تخلیق انسان کے مقصد کو اولین ترجیح حاصل ہے: رضاء الحق

تعلیمی ترقی برسر اقتدار طبقہ کے کسی منصوبے میں سرے سے شامل ہی نہیں؛ تعلیمی بحران کے ذمہ دار والدین بھی ہیں جن کے نزدیک تعلیم کا مقصد صرف اولاد کو پیسہ کمانے کی مشین بنانا ہے: ڈاکٹر انوار علی ابرار

ہمارا تعلیمی نظام اور ہمارے تعلیمی ادارے برائی کے گڑھ بن چکے ہیں، وہاں سے صرف برائی نکل رہی ہے: پروفیسر ڈاکٹر میاں محمد اکرم

"ہمارا تعلیمی نظام: مسائل اور حل"

پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: ملک کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں گزشتہ چند دہائیوں سے بہت سے نظریاتی اور معاشرتی بحران دیکھنے میں آ رہے ہیں جن میں الحاد، فحاشی، بے راہ روی اور نشہ آور اشیاء کا استعمال عام سی بات ہے، پھر سوشل میڈیا کی مختلف ایپس کے بے جا اور غلط استعمال کا بڑھتا ہوا رجحان بھی ہے۔ آپ کا کراچی کے بڑے معروف اداروں میں تدریس کا تجربہ ہے۔ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ یہ سارے معاملات کس طرف جا رہے ہیں، اس بگاڑ کا ذمہ دار کون ہے اور اس سے نکلنے کا راستہ کیا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: سب سے پہلے تو اس بگاڑ کا ذمہ دار برسر اقتدار طبقہ ہے۔ معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ اس نے خود غرضی کے سارے میڈلز اپنے نام کر لیے ہیں۔ ترجیحات تو بہت دور کی بات ہے ان کے خواب و خیال میں بھی تعلیمی ترقی کا کوئی حصہ نہیں۔ نوجوانوں کا مستقبل، قوم کا مستقبل ان کی کسی بھی پلاننگ میں باقاعدہ شامل نہیں ہے۔ کم و بیش تمام حکومتوں کا یہی طرز عمل رہا ہے۔ حکومت میں آنے اور اس کو چلانے کے لیے جو اصول و ضوابط طے کیے گئے ہیں، ان میں کہیں بھی تعلیم کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ایک ایشو یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کو اقتدار میں آنا ہوتا ہے وہ تعلیم یافتہ لوگوں کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ وہ کبھی بھی نہیں چاہتے کہ تعلیم اس قوم میں عام ہو جائے اور ہر شخص تعلیم سے بہرہ مند ہو کر باشعور ہو جائے۔ اس کے بعد انتظامیہ بھی ذمہ دار ہے، ہر ادارے میں نااہلی شدت کے ساتھ موجود ہے۔ یہی نااہلی تعلیمی اداروں میں بھی پہنچی ہوئی ہے جس کا خمیازہ پوری قوم بھگت رہی ہے۔ تیسرے نمبر پر ذمہ دار اساتذہ ہیں۔ کسی بھی معاشرے کی تشکیل میں اساتذہ کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے مگر ہمارے ہاں پیسہ کمانے کی دوڑ میں جس طرح ہر شخص لگا ہوا ہے، اساتذہ بھی اسی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں، وہ اپنا مرتبہ بھول چکے ہیں اور اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔ اچھے اساتذہ بھی ہیں مگر بہت کم ہیں۔ اس کے بعد والدین ذمہ دار ہیں کیونکہ والدین نے تعلیم کا جو مقصد طے کیا ہوا ہے اور جو اپنے بچوں کی ذہن سازی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ میرا بچہ پیسہ کمانے کی مشین بن جائے۔ انتہا یہ ہے کہ والدین بچوں کو پاس کروانے کے لیے نقل کروا رہے ہیں، سفارش کروا

مرتب: محمد رفیق چودھری

رہے ہیں، اچھی تعلیم و تربیت اُن کا مقصد ہی نہیں ہے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد جلد سے جلد پیسہ کمانے کے لائق ہو جائے۔ پھر ہم سب اپنی جگہ ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم تبدیلی نہیں چاہتے بلکہ جس طرح کی ذہن سازی کی گئی ہے ہم اسی دائرے میں قید ہیں۔ اس بگاڑ کا حل یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم تجدید ایمان کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی ﷺ تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے جو تعلیم عطا کی ہے، اس میں فوکس اللہ کی ذات ہوتی ہے، ایسی تعلیم زندگی کا اصل مقصد بتاتی ہے جبکہ ہم نے جس تعلیم کو لازم سمجھ لیا ہے، اس کا مقصد صرف دنیا کا حصول ہے۔ تجدید ایمان ہوگا تو زندگی کا مقصد بھی واضح ہوگا۔ پھر تعلیم کا مقصد بھی مدنظر رہے گا۔ اگر مذہب اور دین کو ایک طرف رکھ کر سوچیں تب بھی تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ انسان ایک اچھا شہری بن جائے جو معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مثبت کردار ادا کرے، نہ کہ مقصد صرف پیسہ کمانا ہو۔ سب سے پہلے تعلیم کا مقصد واضح کرنا ہوگا، اس کے بعد اگلے مراحل میں سے ایک نصاب کی ازسرنو ورکنگ ہے، یونیورسٹی کے نظام کو بہتر بنانا ہے اور پھر اسی تناظر میں پورے نظام تعلیم کو ترتیب دینا ہے۔

سوال: تعلیمی ادارے کی بنیادی ذمہ داری تو تعلیم دینا ہے، تربیت تو فیملی کی ذمہ داری ہے؟

میاں محمد اکرم: بچوں کی تربیت والدین کی بھی ذمہ داری ہے، تعلیمی اداروں کی بھی ذمہ داری ہے اور معاشرے کی بھی ذمہ داری ہے لیکن بڑا کردار تعلیمی اداروں نے ہی کرنا ہوتا ہے۔ میڈیا بھی اس کا ذمہ دار ہے۔ اس وقت کردار سازی ساری کی ساری میڈیا کر رہا ہے مگر وہ کردار سازی سب کو معلوم ہے منفی ہو رہی ہے۔ خاص طور پر سوشل میڈیا نے بچوں کے کردار، اخلاق اور ذہنوں کو بگاڑنے میں بہت منفی کردار ادا کیا ہے۔ پھر یہ کہ سب سے بڑی ذمہ دار ریاست ہے۔ ریاست کی ترجیحات میں اب اچھی تعلیم و تربیت ہے ہی نہیں۔ صوبہ پنجاب اور خیبر پختونخوا میں تو سرکاری تعلیمی اداروں کی بھی نجکاری کی جا رہی ہے۔ یعنی حکومتیں اس ذمہ داری سے سرے سے ہی جان چھڑانا چاہتی ہیں۔

سوال: پنجاب حکومت نے اب تک 13 ہزار سرکاری سکول آؤٹ سورس کر دیے ہیں۔ یہ پالیسی ملک کو کس طرف لے کر جائے گی؟ نیز یہ بھی بتائیے کہ تعلیمی نصاب میں ایسی کیا تبدیلیاں کی جائیں کہ ہمارے بچے سپائیڈر مین اور بیٹ مین بننے کی بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، صلاح الدین ایوبی ؒ اور محمد بن قاسم جیسا بننا پسند کریں؟

میاں محمد اکرم: بنیادی طور پر نصاب کا مقصد

بچوں کی ذہن سازی کرنا اور انہیں بہتر معاشرے کی تشکیل کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے۔ جہاں تک مسلمان معاشرے کا تعلق ہے تو وہاں تعلیم کا مقصد بہت ہی اعلیٰ ہونا چاہیے۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ﴾ (البقرہ: 129) ''اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں اٹھائیو ایک رسول خود انہی میں سے جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔''

یعنی کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اور ان کا تزکیہ کرنا اسلامی نظامِ تعلیم کے بنیادی اجزاء ہیں۔ حکمت سے مراد وہ شعور ہے جو انسان کو سیدھے راستے پر گامزن کرتا ہے۔ تزکیہ سے مراد کردار سازی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جو تعلیم اُمت کو دی، اس میں یہ ساری چیزیں شامل تھیں۔ ہمارے لیے ہر میدان میں اور ہر سطح پر اسوہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔ اسی طرز کی تعلیم ہمیں اپنے بچوں کو دینی چاہیے۔ سب سے پہلے انہیں مقصدِ زندگی بتایا جائے کہ انسان کو صرف اس لیے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ جانوروں کی طرح کھائے پیے، زندگی گزارے اور مر جائے بلکہ اسے ایک عظیم کردار نبھانے کے لیے بھیجا گیا ہے اور وہ کردار ہے: خلیفۃ اللہ فی الارض۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

﴿اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ﴾ (البقرۃ: 30)

''میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ۔''

اب یہ خلافتِ ارضی کا جو کردار ہے، اس کے حوالے سے ہمیں آخرت میں جواب بھی دینا ہے۔ اس حقیقی تصورِ زندگی کو قرآن واحادیث کی روشنی میں تعلیمی نصاب میں شامل ہونا چاہیے۔ پھر سیرتِ رسول ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کی سیرت کے مختلف پہلو نصاب میں شامل ہونے چاہئیں۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کے جو ہیروز ہیں، جیسا کہ حضرت علی ؓ، خالد بن ولید ؓ، صلاح الدین ایوبیؒ، محمد بن قاسمؒ کے کارناموں کا ذکر نصاب میں آئے۔ پھر جن لوگوں نے علوم وفنون میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں، اُن کی تفصیل نصاب میں شامل ہو۔ اسلامی معاشرت کے تناظر میں تعلیمی نصاب کی سمت متعین ہونی چاہیے۔ اس کے برعکس ہمارے موجودہ نصاب میں جو چیزیں شامل ہیں، اُن کا نہ تو اسلامی معاشرت سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی ہماری عملی زندگی سے۔ جیسا کہ گندا بابا، مسٹر چپس اور مسز کیتھرائن کے مضامین جن لوگوں نے پڑھے تھے وہ وہی پڑھا پڑھا کر ریٹائر ہو گئے، اب بھی وہی پڑھائے جا رہے ہیں۔ حالانکہ اگر آپ کو انگلش سکھانی ہے تو ایسے مضامین بھی شامل کیے جا سکتے ہیں جن میں اسلامی معاشرت کے حوالے سے ذہن سازی ہو۔ اس حوالے

> **برسرِ اقتدار طبقہ کبھی بھی نہیں چاہتا کہ تعلیم اس قوم میں عام ہو جائے اور ہر شخص تعلیم سے بہرہ مند ہو کر باشعور ہو جائے بلکہ وہ تعلیم یافتہ لوگوں کو اپنے لیے خطرے کی علامت سمجھتا ہے۔**

سے ایک جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے کہ پرائمری میں بچے کی اسلامی تناظر میں تعلیم وتربیت کس لیول تک ہونی چاہیے، مڈل میں کس لیول تک ہونی چاہیے اور پھر میٹرک تک جب بچہ پہنچ جائے تو اُسے اسلامی معاشرت کی کس حد تک آگاہی اور شعور حاصل ہو۔ اس ضمن میں سب سے بڑی ذمہ داری ریاست کی ہوتی ہے۔ دنیا بھر کے ممالک میں جب بجٹ پیش ہوتا ہے تو اس میں ایک بڑا حصہ تعلیم پر خرچ ہوتا۔ دنیا بھر کے معیشت دان کہتے ہیں کہ تعلیم پر خرچ بہتر مستقبل پر سرمایہ کاری ہے۔ جتنا اس پر آپ خرچ کریں گے قوم کا مستقبل اتنا ہی بہتر ہوگا۔ مگر ہمارے ہاں حکومتوں نے اپنے سر سے اس بوجھ کو سرے سے ہی اُتار کر پھینک دیا ہے۔ پھر اساتذہ کا بھی وہ کردار نہیں رہا جو ہونا چاہیے تھا۔ طلبہ کا بھی یہ ذمہ دارانہ کردار نہیں ہے کہ جدھر کی ہوا چل رہی ہو اُسی رو میں بہتے چلے جائیں بلکہ انہیں بہتر سے بہتر انسان بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سوال: ہمارے ہاں بعض پڑھے لکھے لوگ یکساں نصابِ تعلیم کی بات کرتے ہیں کہ اگر ہر طالب علم کو ایک جیسا نصاب پڑھنے کو ملے گا تو پھر امیر اور غریب کے درمیان مقابلے کی فضا ایک جیسی ہوگی۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا یکساں نصابِ تعلیم پورے ملک میں تعلیمی فرق کے خاتمے کا سبب بن سکتا ہے؟

رضاء الحق: ہمارے دین میں سب سے پہلی وحی میں جو سب سے پہلا حکم آیا ہے وہ اللہ کے نام سے پڑھنے کا حکم ہے: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ۚ﴾ (العلق) ''پڑھیے اپنے اُس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔'' اسی طرح سورۃ الرحمٰن میں فرمایا: ﴿اَلرَّحْمٰنُ ۝ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ۭ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝﴾ ''رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ اسی نے انسان کو بنایا۔ اس کو بیان سکھایا۔''

یعنی اسلامی نظامِ تعلیم میں اللہ کی معرفت، اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اور تخلیقِ انسان کے مقصد کو اولین ترجیح حاصل ہے۔ لہٰذا بنیادی چیز تعلیمی پالیسی ہے۔ جب ہم اپنی تعلیمی پالیسی کا درست سمت میں تعین کر لیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ اس کے نتیجے میں مطلوبہ اہداف حاصل ہو جائیں گے تو اس کے بعد اگلے مراحل میں طے ہوگا کہ نصاب میں کیا چیزیں شامل کی جائیں۔ جبکہ ہمارے ہاں تو تعلیمی پالیسی کی سمت کا تعین ہی نہیں ہو سکا۔ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ہم کہاں جانا چاہ رہے ہیں، جہاں جا رہے ہیں، اس کا انجام کیا ہوگا۔ فی الحال تو ہماری تعلیمی پالیسی کا یہ مقصد بھی نظر نہیں آتا کہ ہمارے بچے سکولز، کالجز، یونیورسٹیز میں جا کر عصری علوم میں اتنی مہارت حاصل کریں کہ جدید ٹیکنالوجی اور ریسرچ میں آگے بڑھ سکیں اور اچھے، بااخلاق اور باکردار انسان بن جائیں۔ ہاں بس اتنا ضرور نظر آتا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو پیسے کمانے کی مشین بنانا چاہتے ہیں۔ جب کوئی واضح اور بڑا ہدف ہی نہیں ہے تو پھر نصاب جو مرضی بنا لیں اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

سوال: ہمارے ہاں جو بھی نئی حکومت آتی ہے وہ اپنی تعلیمی پالیسی دیتی ہے۔ تعلیمی بجٹ میں اضافے کا اعلان بھی کیا جاتا ہے لیکن صورتحال یہ ہے کہ دنیا بھر کی ٹاپ رینکنگ کی 350 یونیورسٹیوں میں کوئی ایک بھی پاکستانی یونیورسٹی شامل نہیں ہے۔ قائداعظم یونیورسٹی پاکستان کی ٹاپ رینکنگ یونیورسٹی ہے لیکن وہ بھی 381 نمبر پر آتی ہے۔ ہماری تعلیمی پالیسیوں اور تعلیمی بجٹ میں اضافے سے کوئی بہتری کیوں نہیں آ رہی؟

رضاء الحق: مغرب کی جن 350 یونیورسٹیز کا آپ نے ذکر کیا وہاں بھی تعلیم کا کوئی اعلیٰ مقصد نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ دنیوی ترقی کا حصول عام مقصد ہے، آخرت کی دائمی زندگی کا تصور اور کردار سازی اس میں بھی شامل نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو مغرب میں معاشرتی

برائیاں دکھائی نہ دے رہی ہوتیں۔ اس سے بدتر حال ہمارے ہاں ہے کہ آخرت کو ترجیح بنانا تو دور کی بات، دنیوی ترقی، ریسرچ اور ٹیکنالوجی میں آگے بڑھنا بھی ہمارے تعلیمی اہداف میں شامل نہیں ہے۔ حالانکہ ہمارے دین میں وحی کا آغاز ہی اللہ کے نام سے علم کے حصول کی تلقین سے ہوا۔ جب ہم اس نکتے کو اپنی تعلیمی پالیسی کا محور و مرکز بنائیں گے تو کردار سازی بھی ہوگی اور ٹیکنالوجی میں بھی ترقی ہوگی۔ مسلمانوں نے ابتدائی دور میں دونوں لحاظ سے ترقی کی۔ علوم وفنون میں بھی آگے بڑھے اور اخلاق و کردار کی بھی عمدہ مثالیں قائم کیں۔ بہت سی ایجادات اور دریافتیں مسلمانوں نے کیں۔ زوال تب آیا جب ہم نے اپنے معاشی، سیاسی، معاشرتی، تعلیمی اور عدالتی نظام کو مغربی فکر اور سوچ کے تابع کر دیا۔ آج بھی ہم نے او لیول، اے لیول کو مغربی معیار کے طور پر اپنایا ہوا ہے حالانکہ مغرب میں ان کی اہمیت پر سوال اُٹھ رہے ہیں۔ اسی طرح ہم مغربی ماہرین تعلیم کو اپنے ہاں تعلیمی پالیسیاں اور نصاب ترتیب دینے کے لیے یا اساتذہ کو ٹریننگ دینے کے لیے بلاتے ہیں، حالانکہ اُن کا اپنا نظام تعلیم سیکولر ہے جس میں خدا کا تصور ہے اور نہ ہی آخرت کا کوئی تصور ہے، وہ دین کو تعلیم سے نکال چکے ہیں۔ جب ایسے لوگوں سے ٹریننگ لے کر ہمارے اساتذہ آگے پڑھائیں گے تو پھر اس کے نتائج وہی نکلیں گے، جو آج ہمیں نظر آ رہے ہیں۔ پھر یہ کہ ہمارا نظام تعلیم بھی انگریزوں کا بنایا ہوا ہے۔ انگریزوں کے یہاں آنے سے پہلے یہاں شرح خواندگی 100 فیصد تھی۔ آج 60 فیصد بھی نہیں ہے۔

ڈاکٹر انوار علی: ترجیحات کا تعین بہت اہم ہے۔ جو چیز آپ کو ترقی دلاتی ہے وہ ہے: ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ۔ ریسرچ اور تعلیم بھی لانگ ٹرم انویسٹمنٹ ہوتی ہے۔ حکومت اس طرح ملک اور قوم کے بہتر مستقبل کے لیے نوجوانوں پر خرچ کرتی ہے۔ انہی نوجوانوں نے آگے جا کر ملک کی باگ ڈور سنبھالنا ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں اس انویسٹمنٹ کا کوئی تصور ہے ہی نہیں۔ اکثر ذہین اور باصلاحیت نوجوان اس لیے پیچھے رہ جاتے ہیں کہ ان کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا، وہ اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر پاتے۔ حتیٰ کہ سرکاری یونیورسٹیوں کے اخراجات بھی لوئر مڈل کلاس کے لوگ برداشت نہیں کر پاتے۔ اس وجہ سے بھی نااہل لوگ آگے آجاتے ہیں اور باصلاحیت لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح ریسرچ کے شعبے میں بھی حکومت کو بہت زیادہ انویسٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ عالمی سطح پر یونیورسٹی رینکنگ کا indicator ریسرچ آؤٹ پٹ ہوتا ہے۔ جب تک آپ کا ریسرچ آؤٹ پٹ نہیں ہوگا تو آپ رینکنگ میں پیچھے رہتے جائیں گے۔ ایک نہایت اہم بات ہمیں یاد رکھنی چاہیے کہ ہمیں ترقی کے اپنے معیار طے کرنے ہوں گے۔ اگر مغرب کی نقل کریں گے تو اس میں بے حیائی بھی ہے، فحاشی، عریانی، بے شرمی اور الحاد وغیرہ بہت سی برائیاں بھی ہیں۔ اگر ہم مغربی تہذیب کو ترقی یافتہ سمجھ کر اپنے ہاں اپلائی کرنے کی کوشش کریں گے تو پھر وہی کچھ ہوگا جو آج ہمیں نظر آ رہا ہے۔ پھر نہ ادھر کے رہیں گے اور نہ اُدھر کے۔ ہماری اپنی اقدار و روایات ہیں، حیاء اور ایمان کے تقاضے ہیں لہٰذا ہمیں اپنی اقدار و روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے ترقی کے معیار طے کرنے ہوں گے۔

سوال: قرآن وسنت کی روشنی میں تعلیم کا اصل مقصد کیا ہونا چاہیے؟ کیا دینی اور دنیوی تعلیم کے لیے مدرسہ اور اسکول کو الگ الگ بنانا درست ہے یا یا ایک ہی چھت کے نیچے ہونی چاہیے؟

ڈاکٹر انوار علی: جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ہمارے دین میں جو پہلی آیت نازل ہوئی اس میں علم حاصل کرنے کا حکم ہے۔ اس سے ہمارے دین میں علم کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی تحصیل علم کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اسلام کے نظام تعلیم کا حتمی مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان اس قابل ہو جائے کہ وہ اپنے اللہ کو راضی کر سکے۔ ایک مسلمان کے لیے تو یہی سب سے اہم بات ہے۔ اگر یہ مقصد مدنظر نہ ہو تو پھر اس کی پوری زندگی کسی کام کی نہیں۔ اس بے مقصد زندگی میں وہ جو کچھ بھی حاصل کرے گا سب یہیں چھوڑ جائے گا اور آخرت میں اس کا کوئی فائدہ اس کو نہیں ملے گا۔ جہاں تک مدرسہ اور سکول کی بات ہے تو یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ پاکستان بننے کے بعد جو پہلا کام ہونا چاہیے تھا وہ یہ تھا ایک ایسا نظام تعلیم رائج کیا جاتا جس سے گزرنے کے بعد ایک پاکستانی بحیثیت مسلمان اپنے دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علم بھی حاصل کر سکتا۔ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾﴾ ”اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد تو پیدا نہیں کیا ہے۔ تو پاک ہے (اس سے کہ کوئی عبث کام کرے) پس تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے!“

ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس آیت کی تشریح میں بہت اہم نکتہ بیان کیا کرتے تھے کہ ریسرچ اور تحصیل علم کا حتمی مقصد اور نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ ایک شخص اس قابل ہو جائے کہ اپنے اللہ کو پہچان سکے اور اس کے بعد وہ اللہ کا بہترین بندہ بن کر اسے راضی کرنے کے قابل ہو جائے۔ اگر ایسا ہوگا تو وہ معاشرے میں بھی بہت مثبت رول ادا کر سکے گا۔ لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد بھی ان کا رائج کیا ہوا نظام جاری رکھا۔ پاکستان بننے کے بعد ہم نے مغربی تعلیم پر ہر سال کروڑوں روپے خرچ کیے مگر مدرسہ کو صرف چندوں پر چھوڑ دیا۔ یعنی حکومتوں نے دینی تعلیم سے نہ صرف منہ موڑ لیا بلکہ مدرسہ اور دینی تعلیم کو تحقیر کا نشانہ بنا کر اس کو لوئر کلاس کی تعلیم سمجھ لیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم ذہنی غلامی سے آج تک آزاد نہ ہو سکے۔ اسلام کا وہ نظام تعلیم ہم نے چھوڑ دیا جو 1300 سال سے رائج تھا جس میں تزکیہ نفس کا ایک پہلو ہوتا تھا، استاد اور شاگرد کے درمیان ادب اور احترام کا رشتہ ہوتا اور ایک اخلاقی اور شخصیت سازی کا ایک معیار ہوتا تھا اور پھر سند جاری کرنے کا ایک معیار تھا، جس کی وجہ سے ہماری تاریخ میں بڑے نامور لوگ پیدا ہوئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے ایک ہاتھ میں قرآن ہوتا تھا اور دوسرے ہاتھ میں دنیا کو تسخیر کرنے کے لیے تلوار ہوتی تھی۔ انہوں نے طب، ریاضی، فلکیات، کیمسٹری اور فزکس میں مہارت حاصل کی۔ وہی لوگ تھے جنہوں نے اس سائنس کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد پر آج مغرب سورج چاند ستاروں پر کمند ڈال رہا ہے۔ آج بھی ہمیں سکول اور مدرسہ کو ایک کرنے کی ضرورت ہے۔ مدرسہ وسکول کے تصور نے ہمارے معاشرے میں جو تقسیم پیدا کر دی ہے اُس کے بہت سے نقصانات ہیں۔

سوال: نوجوان نسل کی کردار سازی کے لیے آپ ہمیں بطور ماہر تعلیم کیا مشورہ دیں گے۔ ابتدا کہاں سے ہو، کس عمر کے بچے کو سکول یا مدرسے میں داخل کرنا چاہیے اور اس کی تربیت اور کردار سازی میں والدین کا کتنا حصہ ہونا چاہیے اور اساتذہ کا کتنا حصہ ہونا چاہیے؟

میاں محمد اکرم: بچے کی ابتدائی تعلیم وتربیت گھر میں ہی ہونی چاہیے جہاں 5 سال تک وہ ماں باپ کو دیکھ کر سیکھتا ہے اور اس کی ذہنی نشوونما ہوتی ہے۔ 5 سال کی

عمر میں وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ مدرسہ یا سکول میں جا کر سیکھ سکے۔ ہمارے ہاں تین سال کے بچے کو بھی سکول میں بھرتی کر دیا جاتا ہے جو کہ غلط طرزِ عمل ہے۔ بہتر یہی ہے کہ 5 سال تک آپ بچے کو گھر میں ہی بنیادی اسلامی عقائد و اطوار سکھائیں۔ ایمان داری، سچائی، احترام اور ادب کی باتیں سکھائیں، نماز پڑھنا، دعا مانگنا، ذکر و اذکار کرنا سکھائیں۔ آج کے مغربی ممالک میں بھی 5 سال تک گھر میں بنیادی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔ ہم نے ظلم یہ کیا کہ 3 سال کے بچے کو سکول میں ڈال دیا اور پھر 5 سال کی عمر تک اُس کے قد کاٹھ سے بھی کتابوں کا بوجھ دگنا کر دیا کہ وہ اُس کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہوتا ہے۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا قانون بنائے کہ 5 سال سے کم عمر بچوں کو سکول بھیجنے پر پابندی ہو۔ والدین اور اساتذہ بچے کے لیے رول ماڈل ہوتے ہیں، وہ جتنے اچھے ہوں گے اتنا ہی بچے کے ذہن اور کردار پر اچھا اثر پڑے گا، اس کے بعد معاشرہ اگر برا ہوگا تو بچے میں بھی برائی آئے گی۔ آخر میں میڈیا کا کردار سب سے اہم ہے مگر آج ہم جانتے ہیں کہ میڈیا کس قدر بچوں کو بگاڑ رہا ہے۔ خاص طور پر گھر میں ٹی وی پر بچے ڈرامے دیکھتے ہیں اور ان ڈراموں میں جب بے شرمی اور بے حیائی عام ہوتی ہے، محبت کے نام پر غیر محرموں کے ساتھ تعلق، کزنز کا آپس میں غیر شرعی تعلق اور یہ سب چیزیں دیکھ کر بچے کا کردار بھی منفی سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ سوشل میڈیا تو اس سے بھی آگے نکل کر بچوں کے کردار اور نفسیات کو بگاڑ رہا ہے۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان سب چیزوں کو درست کرے۔ ہمارے دینی حلقوں، مذہبی اور دینی جماعتوں کو بھی خاص طور پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی اہمیت کو اجاگر کرنا چاہیے اور اس حوالے سے عوام میں شعور بیدار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ڈاکٹر انوار علی: اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ماں کی گود سے گور تک علم حاصل کرو۔ یہی سب سے بڑا اشارہ ہے کہ کسی بھی بچے کے لیے پہلا انسٹیٹیوٹ اس کی ماں کی گود ہے جس کو ہم نے چھین لیا ہے۔ تہذیبی جنگ نے ہمارے بچوں سے اُن کی مائیں چھین لی ہیں، اب سکولوں میں تنخواہ دار ٹرینرز ہوتی ہیں، جس طرح سرکس کے جانوروں کو اچھلنا کودنا سکھایا جاتا ہے بس یہی کچھ وہ سکھا رہی ہوتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت میں جو ماں کا کردار تھا اُس کو ہمیں واپس لانا پڑے گا۔

سوال: دنیا کے کامیاب تعلیمی ماڈلز میں سے ہم کیا سیکھ سکتے ہیں اور ہمارے یہاں خرابی نصاب میں ہے یا نظام میں ہے، تدریس میں ہے یا نیت اور ارادے میں ہے؟

رضاء الحق: کسی نہ کسی درجہ میں خرابی ان سب میں ہے لیکن ہم یہ دیکھیں کہ ہمارا دین ہمیں کیا رہنمائی دیتا ہے۔ ہمارا دین ایک مکمل نظامِ حیات ہے اور ہر شعبے کے متعلق رہنمائی دیتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے:

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (البقرہ: 208)

اگر ہم مکمل دین کو اختیار نہیں کریں گے تو پھر شیطان کے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ اسلامی نظامِ تعلیم کو ہم نے چھوڑا تو پھر خرابیاں ہی خرابیاں پیدا ہوں گی۔ غریب کے لیے تعلیم، نصاب اور نظام الگ ہے، امیروں کے لیے الگ ہے۔ حالانکہ دنیا کے ہر ملک میں تعلیم سب کے لیے ایک جیسی اور برابر ہوتی ہے، سیاسی اور معاشی نظام سب کے لیے یکساں ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ریاست کہے کہ ملک کے جس حصے میں جس طرح کا چاہو معاشی نظام قائم کرلو، جس طرح کا چاہو سیاسی نظام قائم کرلو، چاہو تو خلافت قائم کرلو، چاہو تو بادشاہت قائم کرلو۔ بلکہ ریاست ہر جگہ ملک میں ایک جیسے نظام کا تقاضا کرتی ہے تو پھر تعلیم کے معاملے میں ہمارے ہاں الگ الگ نظام اور معیارات کیوں ہیں؟ یہ خرابی اسلامی نظام کو چھوڑنے کی وجہ سے آئی ہے اور ایک خرابی سے پھر کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کو آج ہم بھگت رہے ہیں۔ اسی طرح معاشی، معاشرتی اور سیاسی سطح پر جو خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں وہ بھی اسی غلطی کا نتیجہ ہیں کہ ہم نے مغرب کے نظام کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔ حالانکہ یہ نظام ہمارے لیے مفید ہو ہی نہیں سکتا۔ بحیثیت مسلمان ہمارا دین ہم سے ایمان و حیاء کا تقاضا کرتا ہے، حلال اور حرام کے درمیان فرق کا تقاضا کرتا ہے، آخرت کی جوابدہی کا احساس دلاتا ہے جبکہ مغربی نظام میں یہ سب چیزیں نہیں ہیں۔ وہاں ایمان کی بجائے الحاد ہے اور حیاء کی بجائے بے حیائی اور بے راہروی ہے اور اسی وجہ سے آج ہمارے تعلیمی ادارے ان برائیوں کا گڑھ بن چکے ہیں۔ اسی طرح ہمارا دین عورت اور بچوں کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر ڈالتا ہے تاکہ عورت کو کمانے کے لیے گھر سے باہر نہ جانا پڑے۔ اگر اس فطری قانون پر عمل ہو تو زنا اور عورت کے استحصال کے بہت سے راستے خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ بھی یہی حکم دیتا ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى﴾ (بنی اسرائیل: 32)

''زنا کے قریب بھی مت جاؤ''

بہرحال اسلام کا جو سوشیو پولیٹیکل اکنامک سسٹم ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے فطری قوانین عطا کرتا ہے کہ ہر سطح پر برائی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ مغربی نظام میں یہ خاصیت نہیں ہے۔

میاں محمد اکرم: ہمارے ہاں جو نظامِ تعلیم رائج ہے اُس میں صرف یہ ہے کہ استاد پڑھا رہا، طالب علم سن رہا ہے، اس کے بعد نوٹس ہیں، رٹنا ہے اور پچھلے 10 سال کے پیپرز میں سے ہی پیپر تیار ہوتا ہے۔ وہی چند مخصوص سوالات پر رٹا لگا کر طالب علم صرف پاس ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں تعلیمی معیار کے لحاظ سے جو سرفہرست ممالک ہیں (فن لینڈ، سنگاپور، جاپان) ان میں رٹا سسٹم نہیں ہے، وہاں پر ہوم ورک کا تصور بھی نہیں ہے، کتابوں کا انبار بھی اتنا نہیں ہوتا کہ طالب علم اُن کو اٹھا ہی نہ سکے۔ اس کے برعکس وہاں بچے کو تحقیق کرنے، سوالات اٹھانے، ہر چیز کے منفی اور مثبت پہلو پر غور کرنے کا موقع دیا جاتا ہے تاکہ بچہ خود ذہن کا استعمال کرے، غور و فکر کرے اور نتائج اخذ کرے۔ اس طرح بچے کے اندر سوچ اور فکر پیدا ہوتی ہے، وہ تحقیق کرتا ہے اور دنیا میں آگے بڑھتا ہے، دنیا میں جن قوموں نے بھی ترقی کی ہے انہوں نے اسی طریقے سے کی ہے۔ رٹا لگانے سے بچہ پاس تو ہو جائے گا مگر تحقیق و تدبر سے خالی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت دنیا میں 90 فیصد ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ وہ 23 ممالک کر رہے ہیں جو سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ دنیا کی 84 فیصد تجارت اُن کے ہاتھ میں ہے۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم کو انڈسٹری سے جوڑ دیا ہے۔ انڈسٹری انویسٹمنٹ کرتی ہے، نوجوان ریسرچ کرتے ہیں، نئی سے نئی چیزیں ایجاد کر رہے ہوتے ہیں، دنیا خریدتی ہے، ان کی معیشت بڑھتی ہے، نوجوانوں کے اندر جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور انڈسٹری بھی ترقی کرتی ہے۔ ہمارے لیے

کردار سازی اور معاشرتی اقدار کو اختیار کرنا بھی ضروری ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دنیا کے ساتھ چلنے کے لیے ان چیزوں کو بھی سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ پاک حکم دیتا ہے:

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ (الانفال:60) ”اور تیار رکھو ان کے (مقابلے کے) لیے اپنی استطاعت کی حد تک طاقت۔“

قوت صرف اسلحہ سے نہیں آئے گی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی میں بھی ترقی کرنا ہوگی۔ ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ میں آگے بڑھنا ہوگا۔

سوال: ہم اپنے نصاب تعلیم میں کیا تبدیلیاں لائیں کہ ہمارا طالب علم واقعتاً کچھ سیکھ سکے اور دنیا میں پاکستان کا نام روشن کر سکے؟

ڈاکٹر انوارعلی: اس وقت ہمارا نوجوان بڑے شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے اور اس ذہنی دباؤ کی وجہ یہ ہے کہ والدین نے بچوں کو صرف ایک ہدف دیا ہوا ہے کہ پڑھ لکھ کر زیادہ سے زیادہ پیسہ کماؤ۔ جبکہ دوسری طرف ہمارا نظام تعلیم رٹے سسٹم والا ہے، ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ والا تو ہے نہیں کہ بچے پریکٹیکلی کچھ سیکھ کر آگے بڑھیں، ایجادات کریں اور معاشی ترقی کا ذریعہ بنیں۔ جبکہ ہمارا نوجوان رٹا سسٹم سے پاس تو ہو جاتا ہے مگر عملی طور پر کچھ نہیں کر پاتا تو پھر مایوسی اور ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے تعلیم کا مقصد واضح ہونا چاہیے۔ اس کے بعد نصاب میں بڑے پیمانے پر تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔ چین نے پچھلے دنوں 12 ہزار آن گوئنگ پروگرامز ختم کر دیے اور 10 ہزار نئے پروگرامز شروع کیے۔ انہوں نے اپنی ضروریات اور مارکیٹ کو دیکھا اور اس کے مطابق فوری تبدیلی کر دی۔ ہم اتنے غلام ابن غلام ہیں کہ سالہا سال سے مغرب کا دیا ہوا نظام لے کر چل رہے ہیں۔ ریسرچ کے معاملے میں بھی ہم نے مغرب پر مکمل انحصار کیا ہوا ہے اور اپنی انڈسٹری بھی بند کر دی ہے۔ جو بھی ٹیکنالوجی، مصنوعات، ادویات، آئیڈیاز وہاں سے آتے ہیں ہم ان کو اپنانے پر مجبور ہیں۔ زراعت میں ترقی کے لیے بھی ہم مغرب کے محتاج ہیں۔ ہماری یونیورسٹیوں نے ماہرین پیدا کرنے بند کر دیے۔ ان تمام شعبوں میں ہمیں اپنی ضروریات کے مطابق خود ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر ہمارا نصاب بھی وہی 50 سال پہلے والا ہے، وہی چیزیں اب بھی پڑھائی جاری ہیں، جب رٹا لگا کر ہمارا نوجوان پاس ہو جاتا ہے لیکن عملی میدان میں اُترتے اُسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ 50 سال پیچھے ہے تو ذہنی دباؤ اور مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ پھر جب ہمارا اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان دیکھتا ہے کہ اتنی محنت کرنے اور پڑھنے کے باوجود میں کچھ نہیں کر پا رہا جبکہ ایک ان پڑھ اور کم پڑھا لکھا ٹک ٹاکر، یوٹیوبر یا کھلاڑی اربوں میں کما رہا ہے تو اس کا تعلیم اور سنجیدگی پر سے اعتماد ویسے ہی اُٹھ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آج ہمارے ہاں رول ماڈلز اور سٹارز اعلیٰ تعلیم یافتہ، علماء، فضلاء، حکماء، پروفیسرز، محققین اور مصنفین نہیں بلکہ جاہل اور مسخرے ٹک ٹاکر، یوٹیوبر، اداکار یا کھلاڑی بن گئے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے تو اسٹارز اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہا تھا۔ لہٰذا ہمیں اپنے نصاب کو بدلنے کے ساتھ ساتھ سوچ اور پالیسی میں بھی تبدیلی لانی ہوگی، رٹا سسٹم کو ختم کرکے ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کی حوصلہ افزائی کرنا ہوگی، اساتذہ، پروفیسرز، محققین اور سائنسدانوں کو عزت اور احترام دینا ہوگا، انہیں سہولیات فراہم کرنا ہوں گی۔ حکومت اور ریاست کو بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا ہوں گی اور تعلیمی اداروں کو بھی اپنا معیار بہتر بنانا ہوگا۔ ❁❁❁

تازہ شمارہ
جولائی تا ستمبر 2026ء

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحکم قرآنی کا ترجمان

ماہی حکمت قرآن (لاہور)

بانی: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ــ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

اس شمارے میں

☆ مسلمانوں کے کلاسیکی علوم کی اہمیت ــــــ ڈاکٹر ابصار احمد
☆ مِلاکُ التأویل (۲۵) ــــــ ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
☆ مکالمے کا واہمہ ــــــ ڈاکٹر محمد رشید ارشد
☆ تعلیم کے اوّلین اُصول (۴) ــــــ ڈاکٹر محمد رفیع الدین
☆ مبادیٔ علمِ کلام (۵) ــــــ سعید عبداللطیف فودہ/اکرم محمود
☆ مباحثِ عقیدہ (۲۷) ــــــ مؤمن محمود

افادات حافظ احمد یار رحمہ اللہ ”ترجمہ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح“
(درمحترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 112 ☆ قیمت فی شمارہ: 150 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 600 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

حصہ اوّل

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمتیں کیوں ملیں؟

قاری احمد صدیق

انسانی تاریخ میں بے شمار قومیں آئیں، عظیم سلطنتیں قائم ہوئیں، نامور بادشاہ، فلسفی، جرنیل اور مصلح پیدا ہوئے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کسی جماعت کو اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رفاقت کے لیے منتخب فرمایا، ان کی تعریف اپنی آخری کتاب میں نازل فرمائی، ان سے اپنی رضا کا اعلان کیا، ان کے ایمان کی گواہی دی، اُن کے لیے جنت کی بشارت سنائی، اور قیامت تک آنے والی اُمت کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم دیا، تو وہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مبارک جماعت ہے۔

یہ وہ مقدس نفوس ہیں جن کی آنکھوں نے جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا دیدار کیا، جن کے کانوں نے وحیِ الٰہی کو براہِ راست رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنا، جن کے دل نورِ ایمان سے منور ہوئے، جن کے ہاتھوں نے اسلام کا پرچم بلند کیا، اور جن کے کندھوں پر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والی اُمت تک دین پہنچانے کی ذمہ داری رکھی۔

آج ہمارے ہاتھوں میں اگر قرآن مجید ہے، ہماری زبانوں پر کلمۂ توحید ہے، ہماری مساجد میں اذان کی صدائیں گونج رہی ہیں، اور ہمیں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور سنتِ رسول ﷺ کا علم حاصل ہے، تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے بعد انہی پاکیزہ نفوس کی عظیم قربانیوں، اخلاص اور امانت داری کا ثمرہ ہے۔

یہ سوال نہایت اہم ہے کہ آخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہ عظمت کیوں ملی جو کسی اور اُمت کو نصیب نہ ہوئی؟ کیا صرف اس لیے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے؟ یا صرف اس لیے کہ انہیں آپ ﷺ کی صحبت حاصل ہوئی؟

نہیں! صحبت یقیناً سب سے بڑی سعادت تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف صحبت کی وجہ سے نہیں، بلکہ اُن اوصاف کی وجہ سے عظمت عطا فرمائی جنہیں انہوں نے اپنی زندگی کا شعار بنایا۔ وہ ایمان میں سب سے آگے تھے، محبتِ رسول ﷺ میں بے مثال تھے، اطاعت میں کامل تھے، اخلاص میں یکتا تھے، قربانی میں بے نظیر تھے، صبر و استقامت میں پہاڑ تھے، عبادت میں نمونہ تھے، اور دین کی حفاظت و اشاعت میں اپنی جانیں کھپا دینے والے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعارف

لفظ ''صحابی'' عربی زبان کے لفظ ''صحبت'' سے مشتق ہے، جس کے معنی ساتھ رہنے، ہم نشینی اور رفاقت کے ہیں۔

لغت کے اعتبار سے صحابی ہر اُس شخص کو کہا جا سکتا ہے جس نے کسی دوسرے کے ساتھ تھوڑی یا زیادہ دیر رفاقت حاصل کی چاہے وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔

اصطلاحی تعریف

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ''الإصابة في تمييز الصحابة'' میں سب سے زیادہ جامع اور راجح تعریف بیان کرتے ہیں:

''الصحابي من لقي النبي صلى الله عليه وسلم مؤمنًا به ومات على الإسلام''

یعنی: صحابی وہ شخص ہے جو نبی کریم ﷺ سے اس حال میں ملا کہ آپ پر ایمان لایا ہو، اور اسلام ہی پر اس کی وفات ہوئی ہو۔

اس تعریف میں وہ تمام صحابہ شامل ہیں جنہوں نے تھوڑی یا زیادہ مدت صحبت پائی، روایت کی ہو یا نہ کی ہو، غزوات میں شریک ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، بشرطیکہ ایمان پر وفات پائی ہو۔

صحابہ کرام کا مقام قرآن وسنت کی روشنی میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام کسی مورخ یا عالم نے متعین نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے متعین فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ﴾ (سورۃ التوبہ: 100) ''مہاجرین و انصار میں سے سبقت لے جانے والے اور جو اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کریں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔''

یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کی گواہی دی

ارشادِ ربانی ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (سورۃ الفتح: 18) ''یقیناً اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔'' پھر فرمایا: ﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ''اللہ نے ان کے دلوں کا اخلاص جان لیا۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے باطن کی پاکیزگی کی گواہی ہے۔

صحابہ کے اوصاف خود قرآن نے بیان کیے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ﴾ (سورۃ الفتح: 29) ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر بہت بھاری اور آپس میں بہت رحم دل ہیں، تم دیکھو گے انہیں رکوع کرتے ہوئے، سجدہ کرتے ہوئے، وہ (ہر آن) اللہ کے فضل اور اُس کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔''

اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پانچ عظیم اوصاف بیان ہوئے: (1) کفار کے مقابلے میں مضبوط۔ (2) آپس میں رحم دل۔ (3) عبادت گزار۔ (4) اخلاص والے۔ (5) اللہ کی رضا کے طالب۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں بہترین امت قرار دیا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم))

"سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر ان کے بعد والے، پھر ان کے بعد والے۔" (متفق علیہ)

صحابہ کی محبت اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کا حصہ ہے

اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کی جائے، اُن کا احترام کیا جائے، اُن کے لیے دعائے مغفرت کی جائے، اور ان کے باہمی اختلافات میں زبان کو محفوظ رکھا جائے۔

اس عقیدے کی بنیاد قرآن کریم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا﴾ (سورۃ الحشر: 10) "اور جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان میں ہم سے پہلے گزر چکے، اور ہمارے دلوں میں اہلِ ایمان کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ۔"

امام طحاوی فرماتے ہیں: "ہم رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے ہیں، کسی کی محبت میں غلو نہیں کرتے اور کسی صحابی سے برأت اختیار نہیں کرتے۔"

(العقيدة الطحاوية)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "اہلِ سنت کا طریقہ یہ ہے کہ صحابہ رسول ﷺ کی خوبیوں کا ذکر کیا جائے اور ان کی لغزشوں پر زبان بند رکھی جائے۔"

(أصول السنة للإمام أحمد)

اسی طرح امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں: "جب تم کسی شخص کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تنقیص کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ گمراہ ہے؛ کیونکہ وہ دراصل دین کے اصل ناقلین کو مجروح کرنا چاہتا ہے۔"

(خطیب بغدادی الکفایة فی علم الروایة: 97)

جس جماعت سے اللہ راضی ہو، جس کی تعریف قرآن کرے، جسے رسول اللہ ﷺ "خیر القرون" قرار دیں، اور جس کے ذریعے ہمیں قرآن و سنت ملے، اس جماعت سے محبت صرف ایک تاریخی یا جذباتی مسئلہ نہیں، بلکہ ایمان، شریعت اور اہلِ سنت کے عقیدے کا تقاضا ہے۔

اسی بنیاد پر اب ہم یہ جانیں گے کہ آخر وہ کون سے اوصاف تھے جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ عظیم مرتبہ عطا فرمایا؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمتیں کیوں ملیں

اللہ تعالیٰ نے خود انہیں اپنے نبی ﷺ کی رفاقت کے لیے منتخب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کا انتخاب خود فرمایا، اور اسی طرح انبیاء کے ساتھیوں کا انتخاب بھی اپنی حکمت سے کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (الانعام: 124) "اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں دیکھا، تو محمد ﷺ کا دل سب سے افضل پایا، پھر آپؐ کے بعد بندوں کے دلوں میں دیکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل سب سے بہتر پائے، لہٰذا انہیں اپنے نبی کے وزیر اور دین کے مددگار بنایا۔" (مسند احمد)

اس اثر کو امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور علامہ البانی رحمہم اللہ نے قابلِ حجت قرار دیا ہے۔

یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ جس جماعت کو اللہ چن لے، پھر اس کے بارے میں ہمارا معیار اپنی رائے نہیں بلکہ اللہ کا فیصلہ ہوگا۔

انہوں نے ایمان اُس وقت قبول کیا جب ایمان لانا جان ہتھیلی پر رکھنے کے مترادف تھا۔

آج مسلمان گھر میں پیدا ہونا آسان ہے، لیکن مکہ کے ابتدائی دور میں مسلمان ہونا گویا پورے عرب کی دشمنی مول لینا تھا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تپتی ریت پر لٹایا گیا، سینے پر پتھر رکھا گیا، مگر زبان پر ایک ہی کلمہ تھا: "أحد، أحد"

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی پیٹھ کو دہکتے انگاروں پر جلایا گیا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام پر جان دے دی اور اسلام کی پہلی شہیدہ بنیں۔

یہ وہ ایمان تھا جو راحت میں نہیں، آزمائش میں ثابت ہوا۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب: 23) "مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد سچا کر دکھایا۔"

انہوں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔

ہجرت صرف شہر بدلنے کا نام نہیں تھا، بلکہ پوری زندگی بدل دینے کا نام تھا۔

سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کے لیے نکلے تو کفار نے راستہ روک لیا۔

انہوں نے فرمایا: "اگر میں اپنا سارا مال تمہیں دے دوں تو مجھے جانے دو گے؟"

انہوں نے کہا: ہاں۔

صہیبؓ نے سارا مال چھوڑ دیا اور مدینہ روانہ ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ((ربح البيع أبا يحيى)) "اے ابو یحییٰ! تمہارا سودا کامیاب ہو گیا۔" (مستدرک حاکم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عظمت اس لیے ملی کہ ان کی محبت رسول ﷺ بے مثال تھی۔

دنیا میں محبت کے بڑے بڑے دعوے کیے جاتے ہیں، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت محض جذباتی نہیں تھی، بلکہ اطاعت، قربانی اور جان نثاری کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب: 6) "نبی مومنوں پر ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس آیت کو صرف پڑھا نہیں، بلکہ اپنی زندگی میں نافذ کیا۔

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو جب مشرکین شہید کرنے کے لیے حرم سے باہر لائے تو ابوسفیان (اسلام لانے سے پہلے) نے پوچھا: "کیا تم پسند کرو گے کہ اس وقت محمد ﷺ تمہاری جگہ ہوں اور تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہو؟"

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "اللہ کی قسم! میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا رہوں۔"

ابوسفیان نے کہا: "میں نے دنیا میں کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد ﷺ کے صحابہؓ ان سے کرتے ہیں۔" (السيرة النبوية لابن هشام 169/3)

غزوۂ احد میں جب دشمن کا حملہ شدید ہوا تو حضرت طلحہؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال بن گئے۔ تیر اپنے جسم پر لیتے رہے، یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شدید زخمی ہو گیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ((أوجب طلحة)) "طلحہ نے (اپنے لیے) جنت واجب کر لی۔" (سنن الترمذی)

جس دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت سب سے بڑھ کر ہوگی، اللہ تعالیٰ اُسے دارین کی عزت عطا فرمائے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کامل اطاعت اور "سمعنا وأطعنا"

کے جذبے

صحابہ کرام ؓ کا امتیاز یہ تھا کہ وہ حکم سن کر بحث نہیں کرتے تھے، بلکہ فوراً عمل کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (النور) ''حقیقی مومنین کو تو جب اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے مابین فیصلہ کریں تو ان کا قول بس یہی ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا! اور وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے۔''

جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو مدینہ میں اعلان ہوا۔

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں: ''لوگ شراب پی رہے تھے، اچانک ایک منادی نے حرمت کا اعلان کیا، تو صحابہ کرام ؓ نے فوراً برتن الٹ دیے، شراب بہادی گئی، یہاں تک کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔'' (متفق علیہ)

کسی نے یہ نہیں کہا:

(1) پہلے مرحلہ وار چھوڑتے ہیں۔ (2) پہلے موجود شراب ختم کر لیتے ہیں۔ (3) پہلے نقصان کا حساب کر لیتے ہیں۔

بلکہ صرف ایک جواب تھا: ''سمعنا و اطعنا۔''

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے سامنے اپنی خواہش، عقل اور رائے کو تابع کرنا ہی کامیابی کا راستہ ہے۔

صحابہ کرام ؓ کو عظمت اس لیے ملی کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں بے مثال قربانیاں دیں۔

صحابہ کرام ؓ نے صرف زبان سے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اپنے مال، جان، وقت، وطن اور خاندان سب کچھ اللہ کے لیے قربان کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لِلْفُقَرَاۗءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الحشر: 8) ''یہ مال ان مہاجرین کے لیے بھی ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے، وہ صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔''

اور انصار کے بارے میں فرمایا:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ﴾ (الحشر: 9) ''وہ اپنی ضرورت کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔''

غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صدقہ دینے کی ترغیب دی۔ حضرت ابوبکر ؓ اپنا سارا مال لے آئے۔

نبی ﷺ نے پوچھا: ''اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟''

عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو۔'' (سنن ابن داؤد)

حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں: ''میں نے سوچا آج ابوبکر سے آگے بڑھ جاؤں گا، مگر وہ پھر بھی مجھ سے آگے نکل گئے۔''

صحابہ کرام ؓ کی عظمت کا راز صرف ایمان نہیں، بلکہ اللہ کی رضا کے لیے ہر چیز قربان کرنے کا جذبہ تھا۔

صحابہ کرام ؓ کو عظمت اس لیے ملی کہ ان کا اخلاص بے مثال تھا

معزز مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے ہاں عمل کی قدر اس کی ظاہری مقدار سے نہیں، بلکہ نیت اور اخلاص سے ہوتی ہے۔ صحابہ کرام ؓ کی زندگی کا سب سے نمایاں وصف یہی تھا کہ وہ ہر عمل صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ (البینۃ: 5) ''انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ خالص اللہ ہی کی عبادت کریں۔''

مہاجرین کے بارے میں فرمایا: ﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الحشر: 8) ''وہ صرف اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ڛ﴾ (آل عمران: 92) ''تم ہرگز نہیں پہنچ سکتے نیکی کے مقام کو جب تک کہ خرچ نہ کرو اس میں سے جو تمہیں پسند ہے۔''

تو حضرت ابوطلحہ ؓ فوراً حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میرا سب سے محبوب مال بیرحاء کا باغ ہے، میں اُسے اللہ کی رضا کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((بَخٍ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ)) ''واہ! یہ بڑا نفع بخش مال ہے۔'' (متفق علیہ)

آج ہم نیکی بھی کرتے ہیں تو تعریف چاہتے ہیں، تصویر چاہتے ہیں، شہرت چاہتے ہیں؛ جبکہ صحابہ کرام ؓ صرف ایک چیز چاہتے تھے: اللہ کی رضا۔ یہی اخلاص اُن کی عظمت کا راز تھا۔ (جاری ہے)

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، نیو ملتان کے ملتزم رفیق محترم مشتاق حسین کو سیڑھی سے گرنے کی وجہ سے ریڑھ کی ہڈی پر چوٹیں آئی ہیں۔ برائے بیمار پرسی: 0300-7326153

☆ حلقہ پنجاب جنوبی ممتاز آباد کے مبتدی رفیق محترم ڈاکٹر محمد یونس چھٹہ روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہو گئے ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0300-6338311

☆ حلقہ کراچی وسطی قرآن مرکز جوہر 1 کے ناظم دعوت محترم سید محمد احمد کی ہمشیرہ کی طبیعت ناساز ہے۔

برائے بیمار پرسی: 0333-2207003

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، ملتان غربی کے رفیق محترم حسنین احمد کی روڈ ایکسیڈنٹ میں ٹانگ فریکچر ہو گئی ہے۔

برائے بیمار پرسی: 0303-4703344

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے منفرد رفیق محترم سعید اظہر عاصم کا پتے کا آپریشن ہوا ہے۔

برائے بیمار پرسی: 0306-1829664

اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی بیماروں کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

جھوٹ، فریب کے بین الاقوامی فنکار

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مقبوضہ جموں و کشمیر، بھارت کے غیر قانونی فوجی قبضے تلے 27 اکتوبر 1947ء سے سسک رہا ہے۔ اس کی تاریخ میں 5 اگست 2019ء شدید ترین استحصال کا ایک مزید پُر (؟) کہ ثابت ہوا۔ بھارتی حکومت نے بیک قلم جموں کشمیر کو (نیم) خود مختارانہ حیثیت دینے والے آئین کے آرٹیکل 370 اور 35-اے ختم کر دیے۔ دو حصوں، لداخ اور جموں و کشمیر میں منقسم کر دیا۔ اس سے انہیں اپنے آئین، جھنڈے کی علیحدہ شناخت سے بھی محروم کر دیا گیا۔ غیر رہائشیوں کو ان کی زمین خریدنے کی اجازت دے کر کشمیری آبادی کی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کا یہ موثر اقدام کر ڈالا۔ ہزارہا مزید بھارتی فوج لا کر کم و بیش 8 لاکھ ملٹری اور پیرا ملٹری تلے جموں و کشمیر کو ایک جیل میں بدل ڈالا۔ اسرائیل اور بھارت کی غزہ و کشمیر پر تسلط اور ظلم و جبر کی داستان یکساں ہے۔ جسے دنیا میں امریکی سرپرستی میں نسل کشی (Genocide) دنیا بھر قرار دیا جا رہا ہے۔

عین یہی سب بھارتی سرپرستی میں مقبوضہ کشمیر میں اب 80 سال ہونے کو ہیں، جاری و ساری ہے۔ عالمی سطح پر صرف چند دن مختص ہیں جس پر ہم، پاکستان میں (جس کی شہ رگ بانیٔ پاکستان نے کشمیر کو قرار دیا تھا) بیانات جاری کرتے، تقاریر کرتے دنیا سے اس ظلم پر احتجاج کرتے ہیں، جس کا نوٹس کم ہی لیا جاتا ہے۔ ابھی تک یہ بین الاقوامی سطح پر غزہ کی سی توجہ سے محروم ہے۔ فلسطینی دنیا کے ہر گوشے میں نہایت متحرک ہیں۔ (کشمیری اتنی آواز نہیں اٹھاتے۔) بھارت کے ہندوتوا عزائم کی حامل مودی حکومت نے یہ دونوں آرٹیکل ختم کیے، جنہیں جواہر لعل نہرو نے 1950ء میں گارنٹی کیا تھا۔ ان کی بنا پر مقبوضہ کشمیر کو لوک سبھا میں چار سیٹیں حاصل تھیں۔ خود مختارانہ حیثیت تھی اور مرکز صرف دفاع، خارجہ امور اور مواصلات کا ذمہ دار تھا۔ مودی کے اس اقدام نے وادیٔ کشمیر کو سرکاری دہشت گردی کے ایک گڑھے میں لا پھینکا۔

گرفتاریاں، جعلی پولیس مقابلوں میں قتل و غارت گری، ظالمانہ پیلٹ گن کے استعمال سے نوجوانوں کو نابینا (جزوی رکلی) کرنے کی مہم۔ نیز لوک سبھا کو بتایا گیا کہ چند سالوں میں 10 ہزار خواتین بچیوں کی عصمت دری ہوئی۔ گھروں، بازاروں میں لوٹ مار، لاک ڈاؤن سے زندگی معطل، کاروبار ٹھپ، فون، نیٹ سروس کی رسائی ختم رہی۔ ابتدائی سالوں میں مزاحمت کی آواز دبانے کو۔ تاہم 'ہم لے کے رہیں گے آزادی' کے نعرے دبائے نہ جا سکے۔ اقدام کے پہلے ایک ماہ میں تمام تر قیامتوں سے گزر کر بھی 722 مظاہرے ریکارڈ پر ہیں۔ ٹرمپ کی نظریں جس طرح غزہ کے ساحل پر سیاحتی تفریح گاہ (Riviera) بنانے پر گڑی تھیں، عین اسی طرح جنت نظیر کشمیر پر قبضے کی دھن مودی پر سوار تھی۔

وادی کے حالات مخصوص قومی یادگار مواقع پر مزید شدت اختیار کر جاتے ہیں۔ چوری اور سینہ زوری کے تحت 'معرکۂ حق' کے مختصر جنگی دورانیے کا مہینہ ان پر بھاری گزرتا ہے۔ بھارت آزاد کشمیر کو مقبوضہ کہہ کر دل ٹھنڈا کرتا ہے۔ پاکستان کے لیے شدید جارحانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔

اصلاً مسئلہ کشمیر کا حل 1947ء میں برصغیر کی غیر متوازن، ناانصافی پر مبنی تقسیم کی بنا پر برطانیہ پر عائد ہوتا ہے۔ کشمیر پر بھارت کے ناجائز تسلط کو اقوام متحدہ کی قراردادوں میں کشمیری آبادی کے منشاء کے مطابق بذریعہ استصواب، حل کرنا قرار پایا تھا۔ جسے مغربی طاقتوں نے قصداً نظر انداز کیے رکھا۔ تکمیلِ پاکستان ادھوری رہی۔ عرب دنیا نے بھارت سے تجارت، مضبوط معاشی تعلقات کی بنا پر مسلم اخوت کے تقاضے پورے نہ کیے۔ او آئی سی کی رسمی قراردادوں تک کشمیری بھائیوں کا حق محدود رہا۔ مساجد مقفل، جمعے پر پابندی، قرآن نذرِ آتش ہوتے رہے۔ مسلم سفارت خانے چپ سادھے رہے۔

5 اگست کے تناظر میں آزاد کشمیر میں عوام کی سطح پر جائز شہری مسائل اور جائز مطالبات کی بنیاد پر جو غیر سیاسی تحریک اٹھی تھی، اس کی موجودہ صورتحال نہایت افسوسناک اور پریشان کن ہے۔ چند غیر ذمے دارانہ جملے، جائز مطالبات میں بارودی چنگاریاں بھر کر دشمن عناصر کو، افواہ سازوں کو بڑی آگ بھڑکانے کا موقع فراہم کر دیتے ہیں۔ بھارت کی 8 لاکھ فوج کے بوٹوں تلے سسکتے ہمارے ہی بھائیوں کی عظیم تر جدوجہد کو نقصان پہنچتا ہے۔ پاکستان اور کشمیری آبادی سرحد کے آر، پار، کا دشمن ایک ہے۔ وہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتا، مطلوبہ عناصر ڈھونڈ نکالتا ہے۔ مشرقی پاکستان کے بھی اسباق سامنے ہیں۔ وہاں پاکستان کے خلاف زہریلا پراپیگنڈہ کرنے والوں کی موجودہ نسل نے نتائج بھگت کر قائداعظم اور اقبال کو بہت یاد کیا، خراجِ تحسین پیش کرتے رہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو مشرقی بنگال آزاد نہ ہوتا اور ہم ہندوتوا کا تر نوالہ ہوتے۔

جو شکایات آزاد کشمیر کے عوام الناس کو تھیں، مہنگائی، بے روزگاری، ضروریاتِ زندگی کی ہمہ نوع عدم دستیابی یا کمی۔ پورا پاکستان اسی سے گزر رہا ہے۔ سبھی حکومتیں آزما دیکھی گئیں۔ بدعنوانی، کرپشن، اقربا پروری، لوٹ مار کا کلچر ہمیں گھن بن کر کھا گیا۔ اگست کا مہینہ ہمیں بہت کچھ یاد دلاتا ہے۔ ہر صوبے میں بے چینی کا حل، زبان، نسل، ٹکڑا زمین کا توڑ لے جانے میں نہیں۔ بنیاد ہی کی طرف لوٹنا ہوگا۔ وہ جو خالص نظریاتی، جدوجہدِ آزادی میں جانیں لٹاتے کشمیری مجاہد پکارتے ہیں۔ پاکستان سے رشتہ کیا، لا الٰہ الا اللہ! ہم اسے بھلا بیٹھے۔ اسلام سے ضد اور چڑ کی حدوں کو چھونے لگے۔ یہ اسی کا شاخسانہ ہے۔ بدعنوانی، کرپشن کا علاج جو اصل کینسر ہے، کلمے، باہمی اخوت اور بھائی چارے کی طرف لوٹنے میں ہے۔ بجائے چند مٹھی چارے کی خاطر، مناصب، کرسیوں کی جنگ میں ہتھیاروں اور گولیوں سے جگر پاش سانحے جنم دینے کے۔ دنیا بھر میں مذاکرات اور ثالثی کی شہرت والا پاکستان اسی فارمولے کو گھر میں کامیاب بنائے۔ پاکستان ہے تو اسمبلیاں، کرسیاں، وی آئی پی پروٹوکول ہے ورنہ ہمارے دشمن تو اس گھر پھونک تماشے پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔

ادھر پورا ایک بین الاقوامی ڈراما ٹرمپ اور نیتن یاہو مچائے ہوئے ہیں۔ ان کے جنگی جھکڑوں تلے گلوب تھرا رہا ہے۔ ساتھ ہی 5 دنوں میں وینزویلا، جاپان، امریکہ، فلپائن میں زلزلے، چین میں سیلاب، یورپ، امریکہ میں شدید جنگل کی آگ اور بلند درجہ حرارت نے ہوش مارے رکھی۔ لاکھوں کو گھر، چھٹیاں منانے کے مقامات چھوڑ کر

دوڑنا پڑا۔ مگر دنیا کے یہ بڑے جنگجو کردار شاید خود بھی آگ ہی کے بنے ہیں کہ کوئی تپش ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ظلم کے ہولناک مناظر انہیں پگھلاتے نہیں۔ اللہ نے جو انسانی کمزوریاں بیان فرمائی ہیں، جن کو تعلیم و تربیت، رب تعالیٰ کی پہچان، سجدہ ریزیاں دور کرتی ہیں۔ نبوی تعلیم سے فیض یاب ہو کر عمر فاروق ؓ اور عمر بن عبدالعزیز ؒ جیسے عظیم حکمران وجود میں آتے ہیں۔ عوام الناس، دنیا کو جن ہاتھوں سے جنت نظیر پاتے ہیں۔ آج ٹرمپ، مودی، یاہو جیسے ہاتھوں سے جہنم زار بنی ہے۔ لقمۂ تر عام انسان ہے۔ ظلوماً جھولاً۔ اقتدار کی امانت کے جھولے جھولتے ظالم اور جاہل۔ خوشحالی ملتی ہے تو بخیل (منوعاً) ہوتا ہے۔ اس کا فیض عمر فاروق ؓ کی طرح عوام کو زکوٰۃ سے بے نیاز کرنے والا نہیں اپنے ریزورٹ، فارم ہاؤس بنانے والا ہوتا ہے۔ تھڑدلا، کم حوصلہ، جلد باز، پل میں تولہ پل میں ماشہ، عجولاً، ھلوعاً، جزوعاً۔ ٹرمپ نے 21 مارچ سے سمندروں، ملکوں میں جو اچانک، یکا یک کے تماشے لگا رکھے ہیں ملاحظہ ہوں۔

21 مارچ: 48 گھنٹے کا نوٹس ہے، سب تباہ کر دیں گے۔ 23 مارچ کو بولا: 'دس دن کے لیے یہ ڈیڈ لائن بڑھا دی ہے'۔ 5 اپریل کو چلایا گالیاں دیتے ہوئے۔ 'ہرمز کھولو۔ ورنہ تم پر جہنم ٹوٹ پڑے گی'۔ مگر 17 اپریل کو مزید 2 ہفتے دے دیئے۔ یہاں تک کہ 11 جون آ گئی۔ درمیان میں گلوبل چودھری پاکستانی بیساکھیوں کا سہارا بھی لیتا ہے! (اللہ خیر کرے، اپنی پاکستان کی) دھمکیاں بھی برسائیں۔ 31 جولائی آ گیا۔ اگلی تباہی کی تنبیہ جاری کر دی۔ اور پھر یکم اگست کو ایران اور مشرق وسطیٰ ممالک کا نام لے کر ذلیل کی طرف پھر روانہ ہو گیا۔ نتین یاہو سے حالیہ ملاقات ہوئی۔ واضح رہے کہ ٹرمپ اسی کا بچہ جمورا ہے۔

امریکہ کیا سے کیا ہو گیا۔ یورپ سے جدا، سبھی اتحادی حیران و سرگرداں۔ کبھی آہنی سخت گیر بادشاہت کا عکس۔ کانگریس بے اثر۔ بین الاقوامی ادارے جمہوریت، یو این، عالمی عدالت انصاف سبھی بے حیثیت۔ ایسے میں حماس جیسے ذی شان، اعلیٰ کردار، پختہ شخصیات ہتھیار ڈالیں؟ اس اعلان کے باوجود ڈھٹائی سے غزہ میں 18 فلسطینی اسرائیل نے شہید کر دیئے! ٹرمپ کے بورڈ آف پیس تلے استحکام لانے کا ارادہ ...؟ تفو بر تو ... دھوکا باز ... جھوٹ فریب کے بین الاقوامی فنکار!

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(31 جولائی تا 5 اگست 2026ء)

جمعۃ المبارک 31 جولائی: خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈیفنس کراچی میں ارشاد فرمایا، جس میں تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام 31 جولائی تا 21 اگست 2026ء کے دوران ہونے والی ملک گیر آگاہی مہم بعنوان ''امّتِ مُسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ سہ پہر میں کراچی پریس کلب میں اسی مہم کے حوالے سے ایک پریس کانفرنس میں گفتگو کی نیز چند صحافیوں کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

ہفتہ 01 اگست: نمازِ عصر سے قبل چند رفقاء کے ساتھ ایک آن لائن نشست میں تذکیری گفتگو کی اور سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد نمازِ مغرب گلستان انیس کلب، شہید ملت روڈ، کراچی میں ایک عوامی اجتماع میں ملک گیر مہم ''امّتِ مُسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات'' کے حوالے سے خطاب کیا۔

اتوار 02 اگست: دوپہر میں آرٹس کونسل کراچی میں نوجوانوں کے ایک ادارہ "Shajarah Institute" کے زیر اہتمام ایک کانفرنس میں "Breaking the Chains--The Prophetic Mission of Human Liberation" کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔

پیر 03 اگست: بحریہ کالج کارساز، کراچی کے زیر اہتمام تربیت اساتذہ کے ایک پروگرام میں "Ethical and Moral Values for Teachers in the Modern Age" کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔

بدھ 05 اگست: رات کو لاہور آمد ہوئی۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز تنظیمی امور انجام دیئے۔ منتخب قرآنی نصاب کے حوالے سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ معمول کی ریکارڈنگز کے علاوہ مہم ''امّتِ مُسلمہ کی حالتِ زار اور راہِ نجات'' کے حوالے سے رفقاء اور احباب کے لیے علیحدہ پیغام ریکارڈ کروائے۔ چند احباب سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔

گوشہ انسدادِ سود

پاکستان میں انسدادِ سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات

(گزشتہ سے پیوستہ)

انسدادِ سود کے لیے عملی اقدامات

(ب) فوری اور لازمی اقدامات

1) صوبائی اور وفاقی حکومتوں کے باہمی قرضوں نیز وفاقی حکومت کے سٹیٹ بینک سے قرضے پر سود فوری طور پر ختم کر دیا جائے۔ اس لیے کہ اس سے آمدن اور اخراجات پر مجملاً کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ یہ کام فوری کرنا چاہیے۔

2) نیم سرکاری اداروں اور کارپوریشنوں جیسے واپڈا، ریلوے اور پی ٹی سی وغیرہ کو جو قرضے حکومت نے دیے ہیں ان کو فوری طور پر ''ایکویٹی'' میں تبدیل کر دیا جائے!

3) حکومت کی بچت سکیموں کے تحت حکومتی قرضوں پر مشتمل ہر نوع کے بانڈز، سرٹیفکیٹ اور سیکیورٹیز وغیرہ پر سود کی ادائیگی فوری طور پر بند کی جائے۔ نیز ان قرضوں کے اصل زر کی ادائیگی کے لیے مناسب لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے۔

(جاری ہے)

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1567 دن گزر چکے!

خواتین کی تعلیم کی اہمیت اور مطلوبہ لائحہ عمل (1)

ثریا بتول

انسانی معاشرہ کی تعمیر وترقی کے لیے تعلیم وتربیت، علم وآگہی اور شعور بنیادی اہمیت کے حامل ہیں، دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ طبقہ نسواں معاشرے کا کم وبیش نصف حصہ ہیں۔ لہٰذا اس طبقہ نسواں کی تعلیم وتربیت معاشرے کی صلاح وفلاح کے لیے ازبس ضروری اور ناگزیر ہے۔

لفظ تعلیم وتربیت دو اجزا سے مرکب ہے۔ ایک تعلیم، یعنی زندگی گزارنے کے لیے بنیادی اوصاف کا شعور دینا، سکھانا، پڑھانا، معلومات بہم پہنچانا اور دوسرا لفظ تربیت ہے جس سے مراد پرورش کرنا، اچھی عادات، یعنی فضائل اخلاق سکھانا اور رذائل اخلاق سے بچانا اور بچوں میں خدا خوفی اور تقویٰ پیدا کرنا ہے۔ لہٰذا تعلیم اور تربیت دونوں اسلام میں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

اسلام کا نکتہ نظر

اسلام نے علم اور تقویٰ کو یعنی تعلیم وتربیت کو ابتدا ہی سے بنیادی اہمیت دی۔ چونکہ شریعت اسلامیہ نے مرد وعورت دونوں پر یکساں حقوق وفرائض عائد کیے ہیں اور دونوں ہی اپنے فرائض کو پورا کرنے کے لیے یکساں مکلف اور ذمہ دار ہیں۔ یہ واضح امر ہے کہ جب تک اپنے فرائض سے متعلق کماحقہ واقفیت نہ ہو، کوئی اپنے فرائض سے متعلق صحیح طور پر عہدہ برآ نہیں ہوسکتا، لہٰذا جب تک علم دین حاصل نہ کیا جائے تب تک دین کے احکام پورا کرنا ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے حصول علم کو مرد وعورت دونوں کے لیے یکساں لازمی قرار دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ))

(طبرانی) ”یعنی ہر مسلمان مرد (اور عورت) پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔“

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں علم کی بے مثال فضیلت بیان کی گئی ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں حصول علم سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ﴾ (فاطر:28)

”درحقیقت اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں۔“

آقائے نامدارؐ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس کا آغاز بھی لفظ اقرأ (یعنی پڑھو) سے ہوا تھا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ علم والے لوگوں کا مقابلہ علم سے بے بہرہ جاہل لوگ کیسے کرسکتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے حصول علم کی بہت تاکید کی۔ مثلاً قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ﴾ (الزمر:9) ”ان سے پوچھو! کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہوسکتے ہیں۔“

مندرجہ ذیل ارشاد نبوی حدیث کی متعدد کتب میں موجود ہے:

”عبادت گزار کے مقابلے میں عالم کو وہی فضیلت حاصل ہے جو چودھویں رات کے چاند کو عام تاروں پر۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں، کیونکہ انبیاء نے ترکہ میں درہم ودینار نہیں چھوڑے بلکہ علم چھوڑا ہے۔ سو جس نے علم حاصل کرلیا اس نے نبوی ترکہ میں سے وافر حصہ حاصل کرلیا۔“ (رواہ الترمذی)

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”عبادت گزار کے مقابلے میں عالم کو وہی فضیلت حاصل ہے جو مجھے تم میں سے ادنیٰ ترین شخص کے مقابلے میں حاصل ہے۔“ (ترمذی)

علم کی اہمیت کے بارے میں بطور نمونہ چند آیات اور احادیث پیش کی گئی ہیں جن سے علم کی بے پایاں فضیلت ثابت ہورہی ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ علم کے جتنے فضائل بیان ہوئے ہیں، صرف اسی عالم کے لیے ہیں جو خود اپنے علم کا پابند ہے۔ اس پر مکمل عمل کرتا ہے۔ اس علم کے ذریعے اللہ کی رضا جوئی میں مصروف رہتا ہے۔ اس کے اوامر بجالاتا ہے اور اس کے نواہی سے دور رہتا ہے کیونکہ علم بغیر عمل کے وبال ہوتا ہے۔

اسلام میں خواتین کی تعلیم وتربیت کا خصوصی اہتمام

قبل از اسلام جاہلی معاشروں میں عورت ہر قسم کے حق سے محروم تھی۔ جہاں عورت زندگی کے حق سے ہی محروم ہو، وہاں اس کے پڑھنے لکھنے کے حق کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر اسلام نے جہاں عورت کو اعلیٰ وارفع مقام دیا وہاں اس پر ایک احسان یہ بھی فرمایا کہ اسے درس وتدریس اور تعلیم وتربیت میں مردوں کے برابر مکلف قرار دیا۔ چونکہ شریعت اسلامی کے مخاطب مرد اور عورت دونوں ہیں۔ دینی احکام دونوں پر واجب ہیں اور روزِ قیامت مردوں کی طرح عورتیں بھی رب العالمین کے سامنے جواب دہ ہیں۔ لہٰذا عورتوں کے لیے بھی حصول علم جو ان کو بنیادی دینی امور کی تعلیم دے اور احکام اسلامی کے مطابق زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھائے وہ ان کے لیے فرض عین قرار دیا گیا ہے۔ فرض عین سے مراد یہ ہے کہ اسے سیکھنا لازمی ہے اور اگر عورت یا مرد اس میں کوتاہی کرے تو وہ عنداللہ مجرم ہے۔

چنانچہ آنحضور نے ابتدا ہی سے خواتین کی تعلیم کی طرف توجہ فرمائی: ”تم خود بھی ان کو سیکھو اور اپنی خواتین کو بھی سکھاؤ۔“ (سنن دارمی)

تربیت کے لیے اپنی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کو آپ ﷺ تلقین فرماتے: ”تم اپنے گھروں میں واپس جاؤ، اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہو، ان کو دین کی تعلیم دو اور ان سے احکام دینی پر عمل کراؤ۔“ (صحیح بخاری)

آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کی اچھی تعلیم وتربیت کی، ان سے حسن سلوک کیا، پھر ان کا نکاح کردیا تو اس کے لیے جنت ہے۔“ (ابوداؤد)

رسول اکرم ﷺ کے تبلیغی مشن میں ہفتہ میں ایک دن صرف خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ اس دن خواتین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور آپؐ سے مختلف قسم کے سوالات اور روزمرہ مسائل پوچھتیں۔ نماز عید کے بعد آپ ان سے الگ سے خطاب کرتے۔ امہات المومنین کو بھی آپؐ نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ مسلم خواتین کو دینی مسائل سے آگاہ کیا کریں۔ پھر آپؐ نے خواتین کے لیے کتابت یعنی لکھنے کی بھی تاکید فرمائی۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ لکھنا جانتی تھیں۔ آپؐ

نے انہیں حکم دیا کہ تم اُم المومنین حضرت حفصہ ؓ کو بھی لکھنا سکھا دو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت حفصہ ؓ کو بھی لکھنا سکھا دیا۔ آہستہ آہستہ خواتین میں لکھنے اور پڑھنے کا اہتمام اور ذوق وشوق بہت بڑھ گیا۔ عہد نبوی کے بعد خلفائے راشدین ؓ کے مبارک دور میں بھی خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف بھرپور توجہ دی گئی۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے اپنی مملکت کے تمام اطراف میں یہ فرمان جاری کر دیا تھا:

((عَلِّمُوْا نِسَاءَ كُمْ سُوْرَةَ النُّوْرِ....))

(الدر المنثور) ’’اپنی خواتین کو سورۃ النور ضرور سکھاؤ کہ اس میں خانگی زندگی اور معاشرتی زندگی کے متعلق بے شمار مسائل واحکام موجود ہیں۔‘‘

تعلیم نسواں کی اہمیت

اسلام میں تعلیم نسواں کے بارے میں کبھی دو آراء نہیں ہوسکتیں۔ ایک ہی محکم اور پختہ حکم ہے اور وہ ہے عورتوں کو زیور تعلیم سے لازماً آراستہ کرنے کا کیونکہ بے علم اور جاہل عورت معاشرے کی پسماندگی اور ابتری کا باعث بنتی ہے۔ موجودہ دور میں سیکولر لبرل نظام کی دلدادہ پڑھی لکھی جاہل عورتوں کو نہ کفر وشرک کی کچھ تمیز ہے، نہ دین و ایمان سے کچھ واقفیت۔ اللہ اور رسول کے مرتبہ ومقام سے ناواقف بعض اوقات شانِ خداوندی میں بڑی گستاخی و بے ادبی سے گلے شکوے کرتی رہتی ہیں۔ اسی طرح شانِ پیغمبری میں بڑی بے باکی سے زبان طعن دراز کرتی ہیں۔ احکام شرعیہ کی حکمت اور افادیت سے واقف نہ ہونے کی بنا پر الٹی سیدھی باتیں کرتی ہیں۔ اس کے برعکس ہر طرح کے فیشن، بے حجابی وعریانی اور فضول رسم ورواج کے پیچھے بھاگتی ہیں۔ شوہر سے ان کی بنتی ہے نہ سسرالی رشتہ داروں سے، انہیں اپنے بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حق حقوق کی ذرا خبر نہیں ہوتی۔ لڑائی جھگڑا اور گالی گلوچ، زبان درازی ولعن طعن کر کے سب سے بگاڑ کر خوش رہتی ہیں۔ وقت کی بھی ان کو قدر نہیں ہوتی۔ فضول باتوں میں، لعن طعن میں، غیبت اور گالم گلوچ میں سارا وقت برباد کر دیتی ہیں۔

غرض ایسی عورتوں کی جہالت کے کون کون سے نقصانات گنوائے جائیں: شوہر، بچے، گھر، اللہ کی دی ہوئی نعمتیں، کسی بھی بات کا ان کو احساس نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی قرآن پاک کے الفاظ ہیں خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ کا مصداق ہوتی ہے، یعنی ان کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی تباہ ہوگئی۔ اس طرح کی خواتین یقیناً معاشرے کی تباہی وبربادی کا ہراول دستہ ثابت ہوتی ہیں۔ جیسی گنوار خود تھیں، ان کی اولاد یعنی نسل نو بھی اسی طرح گمراہ، جاہل اور گنوار ثابت ہوئی۔ اس طرح وہ قوم کو جرائم کی دلدل میں پھنساتی چلی جاتی ہیں۔

اس کے برعکس علم دین رکھنے والی خاتون صحیح اور غلط، حق اور باطل، جائز اور ناجائز کی حدود کو جانتی اور پہچانتی ہے اور وہ اپنی زندگی کے پیش آمدہ مسائل کو خوش اسلوبی سے نمٹا لیتی ہے۔ یہ علم دین اس کو شائستہ اور مہذب بناتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کی بھی صالح تربیت کر کے صالح معاشرہ تعمیر کرنے کا باعث ثابت ہوتی ہے۔

تعلیم نسواں اور مغربی تعلیم

اہل مغرب نے دو صدیاں قبل تعلیم نسواں کا نعرہ بلند کیا، اس سے پہلے مغربی خاتون حیوانوں سے بدتر زندگی بسر کر رہی تھی۔ سب سے پہلے نپولین نے نعرہ بلند کیا ’’مجھے پڑھی لکھی مائیں دو، میں تم کو ترقی یافتہ قوم دوں گا۔‘‘

اس کے اس نعرہ کو عورتوں کے حقوق کے سلسلے میں بڑا بنیادی اور انقلابی قرار دیا گیا۔ تعلیم نسواں کے اس نعرہ نے آہستہ آہستہ پیش رفت کی تو وہ ترقی نسواں، حقوق نسواں اور پھر مساوات مرد وزن کے مختلف مدارج طے کرتا چلا گیا۔ چونکہ اہل مغرب خود اپنے مذہب سے بیگانہ ہو چکے تھے۔ اُن کے معاشرے سیکولر، لبرل اور مادّی ہوتے جا رہے تھے۔ اس کے زیر اثر مغربی عورت کو مردوں کی جکڑ بندیوں اور ظلم وجور سے قدرے آزادی نصیب ہوئی۔ اس نے مردوں کی طرح تعلیم حاصل کی۔ مخلوط ماحول میں تعلیم پانے کے بعد مخلوط ماحول میں اپنی زندگی کی گاڑی چلانے کے لیے ملازمت کرنے لگی۔ بے خدا تعلیم، بے مقصد زندگی، سیکولر ماحول اور اختلاط مرد وزن، فحش فلمیں، گندی تصاویر اور مخرب اخلاق لٹریچر اور عریاں لباس ان سب عوامل نے مل کر عورت کو بالکل گمراہ اور بے راہرو کر دیا۔

پھر ایسی بے راہرو عورتوں نے مساوات مرد وزن کا نعرہ بلند کیا۔ آہستہ آہستہ مردوں کے خلاف محاذ کھولا گیا۔ عورتوں کو شادی، شوہر، بچے اور گھر کے خلاف اکسایا گیا۔ ہم جنس پرستی عام ہوگئی۔ گھر بے آباد ہو گئے۔ مرد نے عورت کا خرچ اُٹھانے سے انکار کر دیا۔ اب مرد صرف اپنے لیے کمائے اور عورت اپنے لیے۔ غرض اس تصور تعلیم کے ساتھ مغرب میں جو عورت بگاڑ تحریک شروع ہوئی، اس نے معاشرے کو جڑ سے کھوکھلا کر دیا۔ فواحش کثرت سے پھوٹ پڑے۔ طلاقوں کی کثرت ہوگئی، جنسی امراض کی زیادتی نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا بچے نرسریوں میں پل کر جرائم پیشہ اور وحشی بننے لگے اور اب مغرب کا ماحول مکمل طور پر نسوانیت زدہ ہے۔ ناچنے گانے اور مرد کا دل لبھانے کے لیے ہر جگہ اور ہر پلیٹ فارم پر عورت موجود ہے لیکن اس کا اصل مقام یعنی گھر اجڑ چکا ہے۔

دوسری طرف مغربی معاشرے میں ذمہ دارانہ عہدوں پر عورتوں کو آج بھی تعینات نہیں کیا جاتا۔ یہ ہے اس مغربی تعلیم نسواں کا اثر کہ اس نے مغربی معاشرہ کو ہر طرح سے نقصان ہی پہنچایا ہے اور عورت بالکل شتر بے مہار ہوگئی ہے۔ جو سر عام جنسی ورکر کے طور پر پیسہ کمانے میں مصروف ہے۔

مغرب کا اصرار

آج مغربی تہذیب دنیا میں بالادست ہے۔ اس لیے اہل مغرب مختلف حیلوں سے اسی مغربی بے خدا تعلیم اور ملحدانہ افکار کو اسلامی معاشروں میں رائج کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں۔ وہ برابر دو صدیوں سے اس کام میں مصروف ہیں۔ لارڈ میکالے کے نظام تعلیم نے مسلمانوں کے اندر دین بےزاری اور الحاد کے بیج بونے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آغاز میں مسلم اہل درد مفکرین و دانشوروں نے خواتین کو مغربی تعلیم کے زہریلے اثرات سے بچانے کی بہت کوشش کی۔ علامہ اقبالؒ نے بہت دردمندی سے قوم کو انتباہ کیا:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

لیکن مسلمان اپنی سیاسی، ایمانی اور اخلاقی کمزوریوں کے باعث اہل مغرب کے سامنے پسپا ہوتے چلے گئے۔ مغربی تعلیم یافتہ مسلمان اسلامی معاشرہ میں اہل مغرب کے لبرل اثرات کو تعلیم نسواں کے پردے میں پھیلانے میں مصروف ہو گئے۔

پاکستان اگرچہ اسلام کے نام پر ہی دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا تھا لیکن عملاً یہاں اسلامی نظام حکومت رائج ہوتا تو کجا، اسلامی نظام تعلیم بھی پاکستان کی نوزائیدہ اسلامی مملکت میں آج تک رائج نہیں ہوسکا۔ نتیجہ یہ ہے کہ خود ہماری درس گاہیں مغربی تہذیب اور ان کے افکار کو وطن

عزیز میں مقبول و معروف بنانے میں مصروف ہیں۔ تعلیمی ادارے ناچ گانے، رقص اور موسیقی سکھانے کے مرکز بن چکے ہیں۔ موسیقی کی تعلیم باقاعدہ نصاب کا حصہ قرار دی جا رہی ہے۔ مینا بازار، ڈریس شوز اور ورائٹی شوز کوڑھ میں خارش ہیں۔ بقول ماہر القادری مرحوم ؎

قوم کی وہ بیٹیاں جن کو بننا تھا بتول
مدرسوں میں سیکھتی ہیں ناچ گانوں کے اصول

ہمارے ذرائع ابلاغ بھی اسی مغربی ماحول کو پاکستان میں متعارف کروانے میں دن رات کوشاں ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی، سوشل میڈیا، انٹرنیٹ، جرائد و اخبارات صبح و شام فحش گانے، گندی فلمیں اور نیم برہنہ تصویریں دکھا رہے ہیں۔ اوپر سے این جی اوز کی اشاعت تعلیم کے نام پر مسلمان معاشروں میں اسلامی تعلیم اور تہذیب کے خلاف جدوجہد۔ پھر عورت کے حقوق کے نام پر منعقد ہونے والی یو این او کی کانفرنسز جن میں ان کے اپنے دیئے گئے ایجنڈے پر عمل درآمد کے سلسلے میں باقاعدہ رپورٹ طلب کی جاتی ہے، عدم اطاعت کی شکل میں ایسے ممالک پر معاشی پابندیاں لگ جاتی ہیں۔ اور میڈیا کے ذریعے لعن طعن اور دشنام طرازی کے ذریعہ ان کا ناطقہ بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ غرض مغربی تہذیب کو اسلامی ممالک میں مقبول و ہردل عزیز بنانے کے لیے اہل مغرب اپنے تمام لاؤ لشکر اور وسائل سمیت مسلم ممالک پر حملہ آور ہیں۔ یہ مغربی یلغار جارحانہ اور شدید ہے جبکہ مسلم ممالک اپنی ایمانی و اخلاقی کمزوریوں کے باعث اس کے آگے پسپا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی مسلمان حکمران ایسا نہیں جو ان کے مقابل اسلام کے معاشرتی و خاندانی نظام کا دفاع کر سکے! (جاری ہے) ❁❁❁

❁ قرآن مجید میں مستعمل الفاظ کی صرف و نحو کے اعتبار سے ترکیب
❁ ہر لفظ کی لغوی تحقیق اور صرفی و نحوی تحلیل، صیغہ اور لفظ کا اصلی مادہ
❁ متعلقہ مادہ سے قرآن حکیم میں آنے والے صیغوں کی تفصیل مع حوالہ
❁ سورہ کا ترجمہ، زمانۂ نزول و شانِ نزول، سورہ کا موضوع اور خلاصۂ مضمون

درج بالا اور اس جیسی دوسری خصوصیات کی حامل
اپنی ترتیب اور نظم سے مرتب کی گئی قرآن مجید پر اردو کی پہلی کتاب

لغات و اعراب القرآن

جزء عمّ (سورۃ النبا تا سورۃ الناس)

ابو جنید ساجد افضل

گرامر کے اعتبار سے قرآن حکیم کا ترجمہ سیکھنے والے
اساتذہ، طلبا اور عام قارئین کے لیے انتہائی مفید

❁ صفحات: 1280 | ❁ قیمت: 3500 | ❁ عمدہ طباعت اور مضبوط جلد

کتاب کے حصول کے لیے

❁ مکتبہ خدام القرآن: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور (Whatsapp: 0301-1115348)
❁ مکتبہ سید احمد شہید: الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور ❁ مکتبہ رحمانیہ: غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
❁ مکتبہ القدوسیہ: غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور ❁ کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، لاہور
❁ مکتبہ اسلامیہ: کوتوالی روڈ، بالمقابل کوتوالی پولیس سٹیشن، گھنٹہ گھر، فیصل آباد

Cash on Delivery: Whatsapp on 0312- 4842222 (Author)

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافت راشدہ کا نظام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

ملک گیر آگاہی مہم
امت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات

دینِ حق کے غلبہ کی جدوجہد ہی نصرتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے!

یہود، ہنود اور نصاریٰ کا گٹھ جوڑ: عالم اسلام کے خلاف ابلیسی اتحادِ ثلاثہ!

تنظیم اسلامی
www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام — خلافت راشدہ کا نظام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ
امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

ملک گیر آگاہی مہم
امت مسلمہ کی حالت زار اور راہ نجات

حصولِ نصرتِ الٰہی
نفاذِ دین کی
جدوجہد سے

تنظیم اسلامی
www.tanzeem.org

حقیقی ہیرو: سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حسیب آصف شیخ (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

پیارے بچو! ذرا میری بات غور سے سنیں اور اپنے ذہنوں کو تھوڑی دیر کے لیے ٹی وی، کارٹونز اور ویڈیو گیمز کی دنیا سے باہر نکالیں۔

ہم روزانہ ٹی وی پر سپر مین، بیٹ مین یا اسپائیڈر مین جیسے کرداروں کو دیکھتے ہیں جو عمارتوں پر چھلانگیں لگاتے ہیں، ہوا میں اڑتے ہیں اور لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ لیکن کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ سارے کردار تخیلاتی ہیں اور حقیقت میں ان کا کوئی وجود ہی نہیں؟ یہ صرف کاغذوں اور کمپیوٹر پر بنائے گئے فرضی نقش و نگار ہیں۔ جبکہ ہمارے پاس، یعنی ہماری اسلامی تاریخ میں، ایسے حقیقی اور سچے ہیروز کی لمبی فہرست موجود ہے جن کی شجاعت، حکمت عملی اور ایمان کے سامنے یہ تمام نقلی اور فرضی سپر ہیروز پانی بھرتے نظر آتے ہیں۔ آج میں آپ کو اپنے سب سے پیارے اور عظیم ہیرو حضرت خالد بن ولید ؓ کی سچی داستان سناتا ہوں، تاکہ آپ جان سکیں کہ ایک سچا مجاہد اور حقیقی ہیرو کیسا ہوتا ہے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کی بے مثال بہادری، جنگی مہارت اور سچے جذبے کو دیکھ کر انہیں "سیف اللہ" کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا تھا، جس کا خوبصورت مطلب ہے "اللہ کی تلوار"۔ ذرا سوچیے! جس انسان کو خود اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی تلوار کہا ہو، ان کی بہادری کا عالم کیا ہوگا! آپؓ نے اپنی پوری زندگی میں سو (100) سے بھی زائد معرکے اور جنگیں لڑیں اور ماشاء اللہ ایک بھی جنگ میں شکست کا سامنا نہیں کیا۔ ان کے جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں تھا جس پر کسی جنگ میں لگنے والے زخم کا نشان نہ ہو۔ دنیا کی تاریخ میں ایسا کوئی دوسرا جرنیل نہیں ملتا جو سو سے زیادہ جنگوں میں اترا ہو اور ہر بار فتح یاب ہو کر لوٹا ہو۔

لیکن پیارے بچو! یہاں سب سے اہم بات جو سمجھنے کی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید ؓ کا جہاد کسی کا ملک چھیننے، لوگوں پر ظلم کرنے، یا اپنی طاقت کا غرور دکھانے کے لیے ہرگز نہیں ہوتا تھا۔ اسلام میں جہاد کا مطلب اپنے فائدے کے لیے لڑنا نہیں ہے، بلکہ جہاد کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کرنا، سچائی اور عدل کو قائم کرنا اور ظالموں کے چنگل سے بے گناہ مظلوموں کو آزادی دلانا ہوتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ جب بھی میدان جنگ میں اترتے تو ان کا مقصد صرف اور صرف اپنے رب کی رضا حاصل کرنا ہوتا تھا۔

اس کی ایک سچی اور دل دہلا دینے والی مثال "جنگ یرموک" کی ہے۔ اس تاریخی معرکے میں مسلمان مجاہدین کا مقابلہ اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی اور خوفناک سپر پاور یعنی رومی سلطنت سے تھا۔ دشمن کی فوج میں دو لاکھ سے زائد مسلح سپاہی اور جنگی ہاتھی موجود تھے، جبکہ دوسری طرف مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف چالیس ہزار کے قریب تھی۔ ظاہری طور پر دیکھا جائے تو چاروں طرف رومیوں کے ہتھیار چمک رہے تھے اور مسلمان تعداد میں بہت کم تھے، لیکن حضرت خالد بن ولید ؓ کے دل میں دشمن کی اس بھیانک طاقت کا رتی برابر بھی خوف نہیں تھا۔ آپؓ نے تمام مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور ایمانی جوش سے فرمایا: "کہ ہم دشمن کی تعداد یا ان کی ظاہری طاقت کے بل بوتے پر نہیں لڑتے، بلکہ ہم تو صرف اللہ کی ذات پر پورا بھروسا کر کے اترتے ہیں اور فتح ہمیشہ اللہ ہی عطا فرماتا ہے۔" آپؓ نے ایسی زبردست حکمت عملی سے حملہ کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے دو لاکھ کا لشکر حواس باختہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک تاریخی فتح نصیب فرمائی۔

اس کہانی کا سب سے پیارا اور آنکھیں کھول دینے والا سبق اس وقت سامنے آیا جب خلیفہ حضرت عمر فاروق ؓ کے حکم پر حضرت خالد بن ولید ؓ کو سپہ سالاری کے اتنے بڑے عہدے سے ہٹا کر ایک عام سپاہی بنا دیا گیا۔ بچو! اگر کوئی عام انسان ہوتا تو غصے میں آ جاتا کہ اتنی بڑی جنگیں جیتنے کے بعد مجھے عہدے سے کیوں ہٹایا گیا؟ لیکن ہمارے اس سچے ہیرو نے ذرا برابر بھی ناراضگی یا غرور نہیں دکھایا۔ آپؓ نے مسکرا کر سپہ سالاری کا چارج دوسرے صحابیؓ کے حوالے کیا اور فرمایا کہ: میں کسی عہدے، نام یا شہرت کے لیے نہیں لڑتا تھا، میں تو صرف اور صرف اپنے اللہ کو راضی کرنے کے لیے لڑتا ہوں! چاہے میں پوری فوج کا قائد بن کر لڑوں یا ایک عام سپاہی بن کر، میرا مقصد اللہ کے راستے میں جہاد کرنا ہی رہے گا۔

تو پیارے بچو! اس واقعے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اصل بہادر اور حقیقی ہیرو وہ نہیں ہوتا جو ٹی وی سکرین پر اڑتا ہوا نظر آئے یا جادوئی صلاحیتیں دکھائے۔ بلکہ سچا ہیرو وہ ہوتا ہے جو سچ کا ساتھ دے، مشکل سے مشکل وقت میں ہمت نہ ہارے، اپنے بڑوں کی عزت کرے، غرور و تکبر سے دور رہے اور اپنی ہر کامیابی پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ مجھے امید ہے کہ آج کے بعد آپ کارٹونز کے نقلی ہیروز کو بھول کر حضرت خالد بن ولید ؓ جیسے سچے ہیروز کو اپنا آئیڈیل بنائیں گے!

❀❀❀

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی وسطی کے مبتدی رفیق محترم عبدالستار وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، ملتان غربی کے رفیق محترم اشفاق احمد وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0333-6000150

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، کوٹ ادو کے اسرہ لیہ کے رفیق محترم رمضان وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-6763671

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ
فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

جاری کردہ:
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

جدید تعلیم یافتہ حضرات وخواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

رجوع الی القرآن کورس

ان شاء اللہ

اِنٹرویو: یکم ستمبر 2026ء

آغازِ کلاسز: 2 ستمبر 2026ء

ایامِ تدریس: پیر تا جمعہ

اوقاتِ تدریس: صبح 8:15 تا 1:00

ایئر کنڈیشنڈ کلاسز

عرصہ 44 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

رجسٹریشن یکم رمضان سے شروع ہے۔

تعلیم : کم ازکم انٹرمیڈیٹ

عمر : کم ازکم 22 سال

دورانیہ : 10 ماہ

مضامین تدریس:

پارٹ 1 (سالِ اول)

برائے مردوخواتین

- تجوید وناظرہ
- عربی گرامر (صرف ونحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری ولغوی توضیحات)
- دورۂ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری وعملی رہنمائی
- سیرت وشمائل النبی ﷺ
- مطالعہ حدیث واصطلاحاتِ حدیث
- فکرِ اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیاتِ اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ 2 (سالِ دوم)

برائے مرد حضرات

- عربی زبان وادب
- اُصولِ تفسیر
- تفسیر القرآن
- اُصولِ حدیث
- درسِ حدیث
- اُصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

نوٹ: بیرونِ لاہور رہائشی صرف مرد حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔ لہٰذا خواہشمند حضرات پہلے سے رجسٹریشن کروالیں۔

زیرِ انتظام:
ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ قرآنی کا مرکز
مرکزی انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) لاہور

بمقام:
قرآن اکیڈمی
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور

مزید تفصیلات کیلیے:

email: irts@tanzeem.org
www.khuddamulquran.org
0316-1466611 042-35869501

مسئلہ قادیانیت

نام کتاب: مسئلہ قادیانیت
مولف: جمیل اطہر قاضی
ناشر: کتاب سرائے، لاہور
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مبصر: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

خالق کائنات نے جس ذات اقدس پر اپنا دین مکمل کیا، یقیناً وہ ذات اکمل و اطہر ہے اور آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے وصال کے فوراً بعد ہی کئی لوگوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کر کے ختم نبوت کا فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کی مگر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی بروقت کارروائی نے اُس وقت یہ فتنہ ختم کر دیا مگر اسلام دشمن طاقتوں نے محض اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے مختلف اوقات میں مختلف لوگوں کو نبوت کے جھوٹے دعوے کے ساتھ نہ صرف کھڑا کیا ہے بلکہ ان کی پشت پناہی بھی کرتی رہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی ایک ایسی ہی شخصیت تھی۔ ہفت روزہ چٹان کے چیف ایڈیٹر آغا شورش کاشمیری نے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد 1864ء تا 1868ء ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ پنجاب کی کچہری میں معمولی تنخواہ پر ملازم تھا۔ دوران ملازمت اس نے سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے رابطہ کیا۔ وہ عموماً اُس کے پاس آتا رہتا تھا، دونوں اندر خانہ بات چیت کرتے رہتے۔ بٹلر نے اپنے وطن واپس جانے سے پہلے اس سے تنہائی میں چند ملاقاتیں کیں اور پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے ہاں گیا، اسے رپورٹ دی اور چلا گیا۔ اُدھر مرزا غلام احمد نے استعفیٰ دیا اور قادیان چلا گیا۔ برطانوی ہند کی سینٹرل انٹیلیجنس کے مطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار لوگوں کو انٹرویو کے لیے بلایا تھا جن میں سے مرزا غلام احمد کو دعویٰ نبوت کے لیے نامزد کیا گیا۔

مرزا غلام احمد کی 562 صفحات پر مشتمل پہلی تصنیف ”براہین احمدیہ“ چار حصوں میں شائع ہوئی۔ پہلے دو حصے 1880ء میں شائع ہوئے، تیسرا حصہ 1882ء میں اور چوتھا حصہ 1884ء میں شائع ہوا۔ مرزا غلام احمد کے دوسرے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے کی تالیف ”سلسلہ احمدیہ“ کے مطابق مرزا قادیانی کو ”ماموریت کا تاریخی الہام“ مارچ 1882ء میں ہوا۔ اس سے پہلے 1880ء میں ”ملہم من اللہ“ ہونے کا اعلان کیا اور اپنے مجدد ہونے کا ناد پھونکا، دسمبر 1888ء میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔ 1891ء میں اپنے مسیح موعود ہونے کی خبر دی اور ظلی نبی ہونے کی اصطلاح ایجاد فرمائی۔ پھر 1901ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نومبر 1904ء میں کرشن ہونے کا اعلان کیا۔ (معاذ اللہ) یہی وہ سال تھے، جب انگریزی سیاست اپنے استعماری عزائم کو پروان چڑھانے کے لیے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی۔

دوسری طرف اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے علماء وقت اور دانشور اپنا کردار ادا کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہوتے رہے ہیں۔ بے شک عقیدۂ توحید کے بعد عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کا سب سے بڑا عقیدہ ہے جس کی دینی، آئینی، قانونی اور سماجی حیثیت ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ عقیدۂ ختم نبوت جزو ایمان نہیں بلکہ اصل ایمان ہے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے لے کر ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ، آغا شورش کاشمیری اور مولانا مودودیؒ سے لے کر شاہ احمد نورانیؒ و مولانا مفتی محمود تک علماء و شیوخ نے اس محاذ پر بھرپور پہرہ دیا اور آخرکار 7 ستمبر 1974ء کو قادیانی غیر مسلم قرار دے دیے گئے۔ دنیا بھر میں پاکستان وہ پہلا ملک تھا جہاں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

توقع تو یہی تھی کہ ختم نبوت کے حوالے سے یہ فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا مگر معلوم ہوا کہ قادیانیوں نے اسلام کے خلاف اپنی کوششیں ترک نہیں کیں بلکہ آئے روز کہیں نہ کہیں سے یہ خبر آتی رہتی ہے کہ قادیانی عقیدۂ ختم نبوت میں نقب لگانے کی ناپاک جسارت کر رہے ہیں مگر آج بھی کوئی نہ کوئی بزرگ، عالم دین، دانشور یا صحافی اس محاذ پر کھڑا مل جاتا ہے۔ توہین مذہب کا کوئی کیس اٹھا کر دیکھ لیں اس کے پس پردہ قادیانی ہی کھڑے ملتے ہیں اور یہی قادیانی بیرون ملک خصوصاً غیر مسلموں کے پاس جا کر کہتے ہوئے ملتے ہیں کہ پاکستان میں انہیں مذہبی آزادی حاصل نہیں ہے۔

پاکستان کی صحافت اردو ہو یا انگریزی یا پھر علاقائی زبانوں کی، ہر وقت عقیدۂ ختم نبوت کے دفاع کے لیے چوکس رہتی ہے۔ آغا شورش کاشمیری ہوں، حمید نظامی ہوں، مجید نظامی ہوں، الطاف حسن قریشی ہوں یا مجیب الرحمٰن شامی سمیت سینکڑوں صحافیوں نے موقع کی مناسبت سے اس محاذ پر نہ صرف پہرہ دیا ہے بلکہ میدان مارا بھی ہے۔ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی گولڈن جوبلی تقریبات کے موقع پر جمیل اطہر قاضی نے ”مسئلہ قادیانیت“ کے عنوان سے 1164 صفحات پر مشتمل کتاب شائع کی ہے جس میں قیام پاکستان کے فوری بعد سے لے کر آج تک اس موضوع پر شائع ہونے والے مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ پاکستان کی اُس نسل کے لیے جسے نظریۂ پاکستان اور پاکستان کے حوالے سے بہت زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں، کے لیے زیر نظر کتاب ایک قیمتی تحفہ ہے۔ یہ مضامین کم و بیش تمام مکاتب فکر اور مسالک کی نمائندگی کرنے والے ہیں۔ کئی مضامین تو درحقیقت اس وقت کی رپورٹس ہیں، جب 1973ء کے آئین کے تحت بننے والی پہلی قانون ساز اسمبلی قادیانیوں کی بیخ کنی کے لیے قانون سازی میں مصروف تھی۔ یوں یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز بن گئی ہے۔

کتاب زیر نظر کے فلیپ پر آغا شورش کاشمیری، محمود شام اور مجیب الرحمٰن شامی کی تحریریں شامل کی گئی ہیں جبکہ فہرست میں بھی کئی نامور صحافیوں کے نام درج ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں صفحہ اول کے صحافیوں کا بھی حصہ شامل ہے۔ مولف کتاب روزنامہ جرأت، تجارت، The Business اور ہفت روزہ اخبار خواتین لاہور کے چیف ایڈیٹر ہیں جو 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں صرف 12 سال کی عمر میں ٹوبہ ٹیک سنگھ ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں کے خلاف نظم پڑھنے کے جرم میں گرفتار کیے جا چکے ہیں۔ ان کے بارے میں جبار مرزا کا کہنا ہے کہ جمیل اطہر قاضی محبت، سخاوت، عنایت، طمانیت، استقامت کا قطب مینار ہیں۔ اُن کی شخصیت امانت، دیانت، صداقت اور صحافت کا مرکب ہے۔ وہ خفیہ صوفی اور بڑی عزت والے ہیں۔

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اُن سے مسئلہ قادیانیت کے عنوان سے کتاب مرتب کروا کے بہت بڑا کام لیا ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اُن کی یہ کاوش اپنی جناب میں قبول فرمائے۔

زیر نظر کتاب چوتھا ایڈیشن ہے جس میں کتاب کے پہلے ایڈیشنز پر تبصرے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ سفید آفسیٹ کاغذ پر ہارڈ کور اور ڈسٹ کور کے ساتھ چھپی یہ کتاب 6500 روپے کے عوض کتاب سرائے لاہور الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ ❁❁

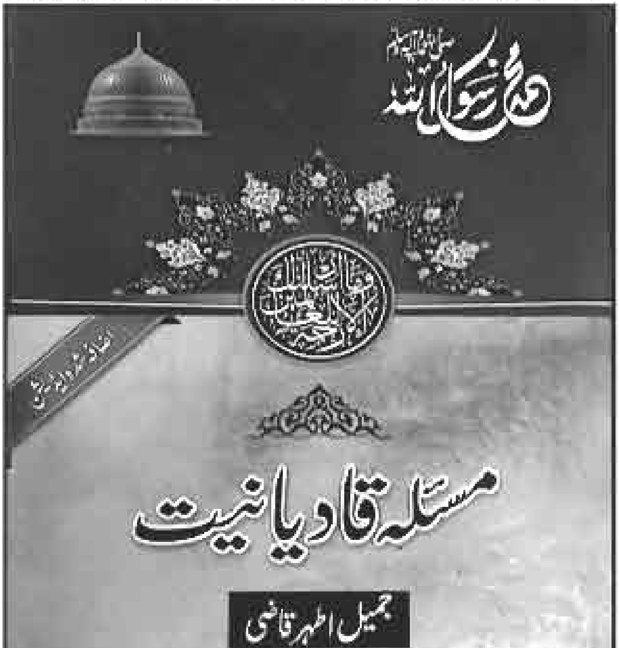

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر
1kg
KLINIT
Multi Action Power Magic
Detergent Powder
Guard
شاندار صفائی، اُجلی دھلائی
کم مقدار، زیادہ صفائی
منفرد اور دیرپا خوشبو
رنگوں کی حفاظت
کپڑوں کی حفاظت
جلد کی حفاظت
DELIVERY ALL OVER
PAKISTAN
میرا با اعتماد
انتخاب
TWO in ONE ACTION
1kg
Whiff
Detergent Powder
Cleans • Disinfects
Let your Clothes Smile!
شاندار صفائی
کم پیسے، زیادہ دھلائی
بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا
مہکتی خوشبو
JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan
For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No.30

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore